تعمیرِ حیات

لکھنؤ

پندرہ روزہ

شمارہ نمبر ۱۵ | مجلس صحافت و نشریات، دارالعلوم ندوۃ العلماء لکھنؤ | جلد نمبر ۳۱

۱۰ر جون ۱۹۹۳ء
۲۹ر ذی الحجہ ۱۴۱۳ھ

نگران اعلیٰ

مولانا معین اللہ ندوی
نائب ناظم ندوۃ العلماء لکھنؤ

مدیر مسئول

شمس الحق ندوی

مشاورت

مولانا نذر الحفیظ ندوی
مولانا محمود ازہار ندوی
مولانا سلمان حسینی ندوی
مولانا محمد خالد ندوی
مولانا عبداللہ حسنی ندوی
مولانا محمد رضوان ندوی
ڈاکٹر ہارون رشید

زرِ تعاون ملکی

سالانہ ۱۰۰ر روپے
فی شمارہ ۵ر روپے

بیرون ممالک ہوائی ڈاک

ایشیائی، یورپی، افریقی و امریکی ممالک ۲۵ر ڈالر

بیرون ممالک بحری ڈاک

بحری ڈاک جلد — ۱۰ر ڈالر

خط و کتابت کا پتہ

منیجر تعمیر حیات پوسٹ بکس 93
ندوۃ العلماء لکھنؤ۔ 226007 (یوپی)

ڈرافٹ سکریٹری مجلس صحافت و نشریات لکھنؤ
کے نام سے بنائیں اور دفتر تعمیر حیات کے پتہ
پر روانہ کریں

اس دائرہ میں اگر سرخ نشان ہے تو اس کا مطلب ہے کہ اس شمارہ پر آپ کا چندہ ختم ہو چکا ہے، لہٰذا اگر آپ چاہتے ہیں کہ دین و ادب کا یہ خادم ندوۃ العلماء کا ترجمان آپ کی خدمت میں پہنچتا رہے تو سالانہ چندہ مبلغ سو روپے بذریعہ منی آرڈر دفتر تعمیر حیات کے پتہ پر ارسال فرمائیں۔

نوٹ

چندہ یا خط بھیجتے وقت اپنا خریداری نمبر لکھنا نہ بھولیں نمبر یاد نہ ہونے کی صورت میں جس نام و پتہ پر تعمیر حیات جاتا ہے اس کی صراحت منی آرڈر کوپن پر ضرور کریں۔

پرنٹر پبلشر شاہد حسین نے آزاد پریس میں طبع کرا کے دفتر تعمیر حیات مجلس صحافت و نشریات ندوۃ العلماء لکھنؤ کیلئے شائع کیا

درس حدیث

اسلام میں باغبانی و زراعت کی فضیلت

ڈاکٹر محمد لقمان اعظمی ندوی — ترجمہ: شمس الحق ندوی

(۲)

کاشت اور باغبانی اقتصادیات کی شہ رگ ہے

مذکورہ حدیث کہ جو مسلمان بھی پودا لگاتا ہے یا کھیتی باڑی کرتا ہے الخ سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کائنات اور زمین کو بے مقصد و بلا ضرورت نہیں بنایا ہے، بلکہ ان کے بنانے کا سب سے اولین منشا یہ ہے کہ وہ انسانی سرگرمیوں اور کد و کاوش کا میدان بنیں اور ان کے ذریعہ انسانی قوت و صلاحیتوں کو بروئے کار لائے اور انسان ان کو اپنے فائدے اور حصول منفعت کے لیے استعمال کرے تاکہ اس کے نتیجہ میں وہ اللہ تعالیٰ کی عبادت بجا لائے اور انسانی معاشرہ میں اس کی شریعت کے جاری و نافذ کرنے کا جوابدہ ہو، بندۂ مومن کا یہ فرض ہے کہ وہ تادمِ آخر اپنے کام اور سرگرمیوں کو جاری رکھے حتیٰ کہ دنیا کے فنا اور قیامت کے آثار ظاہر ہونے لگیں تب بھی اپنا کام نہ چھوڑے۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے کہ "اگر قیامت آجائے اور تم میں سے کوئی شخص پودا لگانے جا رہا ہو، ہاتھ میں پودا ہو تو اس کو لگا دے یہ نہ سوچے کہ اب تو دنیا فنا ہو رہی ہے اب اس کا کیا حاصل اس لیے کہ مومن سے عمل مطلوب ہے نتیجہ نہیں۔"

حدیث اسلام میں عبادت کا ہمہ گیر مفہوم پیش کرتی ہے کہ جو چیز عرف عام میں عبادت کہلاتی ہے وہ تو ہے ہی، اسلام میں کھیتی باڑی کرنا، کائنات کی چیزوں کو کارآمد بنانا اور فائدہ پہنچانا یہ سب عبادت میں شامل ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:-

"فاذا قضیت الصلوٰة فانتشروا فی الارض وابتغوا من فضل اللّٰہ واذکروا اللّٰہ کثیرا لعلکم تفلحون۔"

ترجمہ:- پھر جب نماز ہو چکے تو اپنی اپنی راہ لو، اور خدا کا فضل تلاش کرو، اور خدا کو بہت بہت یاد کرتے رہو، تاکہ نجات پاؤ۔

(سورہ جمعہ۔ ۱۰)

اس حدیث میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے سب سے پہلے جس چیز کا ذکر فرمایا ہے وہ یہ کہ جو مسلمان بھی کوئی پودا لگاتا ہے کھیتی باڑی کرتا ہے پھر اس میں سے پرندے، انسان یا کوئی بھی جاندار جو کچھ کھاتا ہے وہ سب اس بندۂ مومن کے حق میں صدقہ کا حکم رکھتا ہے۔ پودا لگانے کا لفظ ایسا ہے کہ ہر قسم کے پودوں پر مشتمل ہے خواہ وہ نباتات کی شکل میں ہو یا درختوں کی شکل میں۔ البتہ کھجور کے پودے کو اولیت حاصل ہے۔ اس لیے حدیث میں ذکر اوّلاً اسی کا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے دست مبارک سے اول اول کھجور کے پانچ سو پودے لگائے ہیں اور ان پودوں کے لگانے میں حضرت سلمان رضی اللہ عنہ نے آپ کی مدد کی ہے۔ اس قسم کی تمام احادیث میں "غرس" کا لفظ کھجور ہی کے پودے کے لیے استعمال ہوا ہے۔

اور اس وقت کھجور کے پودوں کا لگانا اسلامی اقتصادیات کی سب سے نمایاں صورت تھی، اور مدینہ منورہ میں جو پودے لگائے جاتے تھے ان میں سب سے اہم کھجور تھا اور اہل مدینہ میں یہی سب سے زیادہ پایا جاتا تھا، یہی ان کا ذریعۂ معاش اور وسیلۂ حیات تھا، اس کی اہمیت آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد میں اتنی تھی کہ غلام کو یہ حق تھا کہ آقا سے اس پر مکاتبت کا معاملہ کرے، وہ کھجور کے کچھ درخت تیار کر دے اس طرح کہ ان کے لگانے کے گڑھے کھودے، اہل مدینہ کھجور کی ٹہنیوں اور اس کے تنے سے اپنے گھروں کی چھتیں اور ان کے ستون بنایا کرتے تھے، جب کہ وہ اس کی چھال سے بھی فائدہ اٹھاتے تھے اور اس کے پتوں سے ٹوکرے اور چٹائیاں بناتے تھے اسی طرح اور بہت سے فوائد حاصل کرتے تھے، اور کھجور کا پھل اہل مدینہ کے لیے سب سے اہم پھل ہوتا تھا، جب کھجور کا پہلا پھل تیار ہوتا تو صحابۂ کرام اس کو لے کر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوتے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم اس کو اپنے دست مبارک میں لے کر دعا فرماتے: "اللّٰھم بارک لنا فی ثمرنا" اے اللہ تو ہمارے پھلوں میں برکت عطا فرما۔

پودے لگانے اور کھیتی باڑی کی یہ تدابیر بہترین نبوی مشورے ہیں جو کاشت، سبزی و ہریالی اور نباتی فرش و چادر کے فوائد کا راستہ دکھاتے ہیں، علم النباتات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین کو نباتات اور پودوں سے آباد رکھنے کے بہت سے فوائد ہیں چند درج کیے جاتے ہیں۔

باقی صـ۳۰ پر

اس شمارے میں

۱	درسِ حدیث	شمس الحق ندوی	۲
۲	اداریہ	"	۵
۳	برادر محترم سید محمد جمیل احمدؒ	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	۸
۴	منیٰ کا حادثہ اور نظم وضبط کا اہتمام	مولانا محمد رابع حسنی ندوی	۱۱
۵	ایک نئی دنیا وجود میں آرہی ہے	مولانا واضح رشید ندوی	۱۳
۶	قادیانیت	حضرت مولانا ابوالحسن علی ندوی	۱۵
۷	منیٰ کا حادثہ اور ہماری ذمہ داریاں	نذر الحفیظ ندوی	۲۰
۸	سوال وجواب	محمد طارق ندوی	۲۲
۹	گیان واپی	مولانا محمد خالد ندوی	۲۳
۱۰	حیات بعد الممات	ڈاکٹر صفیہ نسیم	۲۵
۱۱	بیت المقدس کی اسلامی تاریخ	محمد ابراہیم ندوی	۲۶
۱۲	شیاطین اور سحر	ڈاکٹر ہارون رشید	۲۸
۱۳	عالمی خبریں	معید اشرف ندوی	۳۱

شرائط ایجنسی

۱۔ پانچ کاپی سے کم کی ایجنسی جاری نہیں کی جاتی۔
۲۔ فی کاپی ۱۰/= روپئے کے حساب سے زر ضمانت پیشگی روانہ کرنا ضروری ہے۔
۳۔ کمیشن جوابی خط سے معلوم کریں۔

اشتہار کا نرخ

۱۔ تعمیر حیات کا فی کالم فی سینٹی میٹر R.20/=
۲۔ کمیشن تعداد اشاعت کے مطابق ہوگا جو آرڈر دینے پر متعین ہوگا۔
۳۔ اشتہار کی نصف رقم پیشگی جمع کرنا ضروری ہے۔

بیرون ملک نمائندے

پاکستان
1- Mr. ATAULLAH Sb.
Sector A-50, Near Sau Quater
H. No. 109 Town Ship Kaurangi
KARACHI- Pakistan-31

ریاض
2- Mr. SAEED MURTAZA NADVI Sb.
P.O.Box No. 3922
RIYAZ, 11481- K.S.A.

برطانیہ
3- Mr. Mohd. AKRAM NADVI Sb.
C/o Dr. FARHAN NIZAMI
St. Cross College
OXFORD - U.K.

ساؤتھ افریقہ
4- Mr. M. YAHYA SALLO NADVI Sb.
P.O.Box No. 388
Vereniging
(S.AFRICA)

قطر
5- Mr. ABDUL HAI NADVI Sb.
P.O.Box No. 10894
DOHA - QATAR

دبئی
6- Mr. QARI ABDUL HAMEED NADVI Sb.
P.O.Box No. 12525
DUBAI - U.A.E.

مدینہ منورہ
7- Mr. TARIQUE HASAN ASKARI Sb.
P.O.Box No. 842
MADINA MUNAWWARAH - K.S.A.

اداریہ

شمس الحق ندوی

موجودہ مادہ پرستی کے طوفان میں

امّتِ مسلمہ کی ذمّہ داری

انسان تمام جاندار مخلوقات میں سب سے زیادہ افضل اور عقل وسمجھ رکھنے والا قدرت کا بنایا ہوا شاہکار ہے، جو اچھے برے، شریف رذیل سچ جھوٹ، اہل وناہل، باصلاحیت وبے صلاحیت کی تمیز رکھتا ہے، تمیز ہی نہیں رکھتا بلکہ اسی اعتبار سے معاملہ بھی کرتا رہا ہے، جب کبھی اس کے خلاف ہوا ہے تو صالح انسانی سوسائٹی نے اس کو شرف انسانیت کے خلاف سمجھا ہے، اس پر احتجاج کیا ہے۔

غلط رویہ اپنانے والے، سوسائٹی میں اچھی نظروں سے کبھی نہیں دیکھے گئے، مگر ہمارے زمانہ کی قدریں بالکل بدل چکی ہیں، جو چیزیں انسان کے لیے باعث ذلت وعار سمجھی جاتی تھیں اب وہی عزت وشرف کی باتیں سمجھی جانے لگی ہیں۔

انسانی زندگی کی گاڑی کو چلانے والوں میں بھی اہل وناہل کا فرق برابر کیا جاتا رہا ہے کہ یہ کام نازک اور ذمہ دارانہ ہوتا ہے لہٰذا اس کے حصول کے لیے لوگ علمی ذوق وشوق اور تحقیقی مطالعہ میں امتیاز پیدا کرنے کی کوشش کرتے تھے اپنی دیگر صلاحیتوں کو بھی بڑھانے اور اس میں امتیاز پیدا کرنے میں کوشاں رہتے تھے، لیکن آج مختلف ذمہ داریوں کو انجام دینے اور منصب وعہدوں پر فائز ہونے کے لیے ڈگریاں اور سرٹیفکیٹ ان طریقوں سے حاصل کیے جاتے ہیں جو سارے اصولوں کو توڑ کر اپنائے جاتے ہیں، جس میں کسی بااثر کی قرابت یا سفارش کافی سمجھی جاتی ہے چاہے اس سے بہت فائق اور بہتر صلاحیت کے لوگ موجود ہوں اور اگر یہ ذرائع حاصل نہیں تو حل المشکلات رشوت کا دروازہ کھلا ہوا ہے جس کے ذریعہ سب کام آسان ہو جاتے ہیں، مجرم اور قاتل تک اس کے سائے میں پھولتے پھلتے رہتے ہیں جس کے نتیجہ میں آج زندگی کی ہر کل ڈھیلی اور بے کل ہے، مشرق سے لیکر مغرب تک اس وقت یہی صورت حال رواج پا چکی ہے جس نے ہر خوب کو ناخوب اور ہر ناخوب کو خوب بنا دیا ہے۔

ہر شخص خواہ وہ جمہوریت کا دعویدار ہو یا کمیونسٹ مزدور، یا دانشور ومفکر، اس کا صرف ایک ہی مثبت ومعین مذہب ہے اور وہ ہے مادی ترقی، اس مادہ پرستی کے سیلاب بلاخیز میں ہر چیز تنکے کی طرح بہی چلی جا رہی ہے، اور اجتماعی اور اخلاقی انتشار وبدامنی فضا میں ہر طرف چھائی ہوئی ہے اور انسان کے مستقبل کی طرف سے مایوسی کے پردے برابر دبیز ہوتے چلے جا رہے ہیں، زندگی مضطرب، بے کیف اور ناخوشگوار ہو گئی ہے۔

اس سے انکار نہیں کہ سائنس کی جدید سے جدید تر ترقیات، مشینوں اور نئے نئے سامانِ راحت وآسائش اور آسمانوں سے سرگوشیاں کرنے والی عمارتوں سے تو ہماری دنیا بھرتی جا رہی ہے لیکن یہ چیزیں انسانیت کی پاش پاش روح کو جوڑنے میں قطعاً ناکام ہیں، بلکہ واقعہ یہ ہے کہ ان جدید ترین سامانِ راحت وآسائش کی طلب اور اس میں ایک دوسرے سے بازی لے جانے کی ہوس نے ہی روح کی دنیا کو ویران کیا ہے، جدید ترقیات کی چمک دمک اور عیش وطرب کے وسائل نے انسان کی چشم بصیرت یعنی حقیقت بیں نگاہ کو ایسا چکاچوندھ کر دیا ہے کہ اسے ہوش نہیں رہا کہ وہ کدھر جا رہا ہے، اخلاقی انارکی اور بے حیائی کا یہ عالم ہے کہ بے

جو گنہ کیجئے ثواب ہے آج

حیرت اس پر نہیں کہ انسانی معاشرہ پستی کی طرف جا رہا ہے بلکہ حیرت اس پر ہے کہ پستی کی طرف جانے ہی کو عین ترقی اور عروجِ انسانیت سمجھا جا رہا ہے،

یہی وجہ ہے کہ جب کچھ لوگ پیچھے کی طرف لوٹنے اور انسانی شرف و بلندی کو پانے کی بات کہتے اور اس کی طرف بلاتے ہیں تو انھیں کو پست خیال اور بنیاد پرست کہا جاتا ہے اور بہت زور سے کہا جاتا ہے کہ کہیں لوگ اس حقیقت کو تسلیم نہ کرنے لگیں۔ اس دعوت کا لوگوں پر ایسا خوف طاری ہو جاتا ہے جیسے جرائم پیشہ لوگ روشنی اور اجالے سے ڈرتے اور خوف کھاتے ہیں۔

قرآن کریم نے کچھ اسی طرح کے حالات کی تصویر کشی کرتے ہوئے کہا ہے اور سنبھلنے اور ہوش میں آنے کی دعوت دی ہے۔

"لھم قلوب لا یفقھون بھا و لھم أعین لا یبصرون بھا، لھم آذان لا یسمعون بھا أولئک کالانعام بل ھم أضل۔ أولئک ھم الغافلون"۔

(سورہ اعراف - ۱۷۹)

ان کے دل ہیں لیکن ان سے سمجھتے نہیں اور ان کی آنکھیں ہیں مگر ان سے دیکھتے نہیں اور ان کے کان ہیں پر ان سے سنتے نہیں یہ لوگ (بالکل) چارپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی بھٹکے ہوئے، یہی وہ ہیں جو غفلت میں پڑے ہوئے ہیں۔

مغرب کا ایک پڑھا لکھا جینیس شخص سابق لیوپولڈ ویس محمد اسد جب ان اندھیروں سے گھبرایا اور اس کی بے چین روح روشنی کی تلاش میں نکلی اور قرآن کریم کی اسی طرح کے حقائق پر مبنی آیات پڑھیں تو بے اختیار بول اٹھا۔ "مجھے قرآن کے اندر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ اونچی اور گہری آواز سنائی دے رہی تھی"۔

واقعہ یوں پیش آیا کہ جن دنوں محمد اسد صاحب مغرب کی مصنوعی اور بے کیف زندگی سے گھبرا کر تلاشِ حقیقت میں سرگرداں اور اسلامی تعلیمات کے مطالعہ میں مصروف تھے، اور مختلف اسلامی ملکوں میں جاکر مسلمانوں کی زندگی کے شب و روز ان کے آپسی میل جول ایک دوسرے کے خیال نماز کے رکوع و سجود کا منظر اور دیگر بہت سی محبانہ و برادرانہ خصوصیات و صفات کو دیکھ کر اور تکلف و تصنع سے خالی ان کی زندگی کا مشاہدہ کرکے مائل بہ اسلام ہو رہے تھے انھیں دنوں کی بات ہے کہ انھوں نے ٹرین کے ایک سفر میں جرمنی کے مرفہ الحال طبقہ اور کامیاب تاجروں اور خوش باش اور تندرست آدمیوں کی ایک جماعت دیکھی جن کی وضع قطع اور ساز و سامان خوشحالی اور معاشی بلندی کا پتہ دے رہے تھے لیکن ان کے مغموم اور اداس چہرے کی پھیکی اور بناوٹی مسکراہٹ اس کا پتہ دیتی تھی کہ ان کو اندر سے کوئی غم کھائے جا رہا ہے اور وہ کسی ایسے روحانی کرب میں مبتلا ہیں جس کا ان کی مرفہ الحالی، تجارت کی ترقی اور سامان عشرت کے پاس بھی کوئی علاج نہیں، ان کو فکر ہوئی کہ سب کچھ ہوتے ہوئے ان کی اس آزردہ خاطری اور اداسی کی وجہ کیا ہے؟ بڑی فکر و سوچ میں پڑ گئے۔

گھر واپس آکر ان کی نظر اچانک قرآن مجید پر پڑتی ہے وہ اس کو بلا ارادہ کہیں سے کھول کر پڑھنے لگتے ہیں تو اس میں ان کی سوچ کا جواب مل جاتا ہے، قرآن تشخیص کرتا ہے کہ اس "خوشحال بے چینی" کا سبب اس طبقہ اور اس دور کا مرض۔ تکاثر[۱] زیادہ دولتمند اور کامیاب بننے کی ہوس ہے اس انقلاب انگیز انکشاف سے انھوں نے جو حیرت و مسرت محسوس کی اس کو اس طرح بیان کرتے ہیں:۔

"میں ایک لمحہ کے لیے گم سم سا ہو گیا مجھے یاد آتا ہے کہ یہ کتاب میرے ہاتھ میں جنبش میں تھی پھر میں نے اپنی بیوی سے کہا دیکھو! سنو! کیا یہ اس کا جواب نہیں ہے جو رات ہم نے ٹرین پر دیکھا تھا۔ ہاں وہ ایسا قطعی جواب تھا کہ سارے شکوک و شبہات ایک دم سے ختم ہو گئے۔ اب میں نے یقینی طور پر سمجھ لیا کہ یہ کتاب جو اس وقت میرے ہاتھ میں ہے، خدا ہی کی نازل کی ہوئی ہے، وہ اگرچہ آج سے تیرہ سو برس پہلے ایک انسان کو عطا کی گئی تھی، لیکن اس میں بہت وضاحت کے ساتھ ایک ایسی چیز کی پیش گوئی تھی، جو ہمارے اس پیچیدہ اور مشینی دور سے زیادہ واضح طور پر کسی اور دور میں سامنے نہ آئی تھی، "تکاثر" یعنی مال و دولت کی حرص و ہوس اور مسابقت تاریخ کے ہر دور میں پائی جاتی رہی ہے، لیکن اتنی کبھی نہیں کہ وہ محض اشیاء کو جمع کرنے کا شوق بن جائے یا ایک ایسا کھلونا اور بہلاوا بن جائے جو کسی اور حقیقت کی طرف دیکھنے ہی نہ دیتا ہو، دولت اور اقتدار کا حصول ایجادات کا ایسا روز افزوں عشق جس کا کوئی علاج نہیں، کل سے زیادہ آج اور آج سے زیادہ کل، ایک بھوت ہے، جو لوگوں کے سروں پر سوار ان کو ایسے چکیلے مقاصد کی طرف کوڑے مار مار کر بھگا رہا ہے، جو دور سے بہت شاندار معلوم ہوتے ہیں، لیکن ہاتھ میں آنے کے بعد حباب کی مانند غائب ہو جاتے ہیں، یہاں تک کہ وہ وقت آجاتا ہے، جس کے متعلق قرآن کہتا ہے۔ "کلا لو تعلمون علم الیقین لترون الجحیم"۔[۲] اب مجھے یقین ہو گیا کہ یہ

قرآن کسی انسان کی حکمت و دانائی کا نتیجہ نہیں، جو ایک دور دراز جزیرۃ العرب میں تاریخ کے کسی دور میں تھا اس لیے کہ یہ انسان لاکھ سمجھ دار، حکیم اور دانا سہی مگر پھر بھی وہ اس عذاب کی پیش گوئی نہیں کر سکتا تھا، جو بیسویں صدی کی خصوصیت ہے، مجھے قرآن کے اندر محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) سے زیادہ اونچی اور گہری آواز سنائی دے رہی تھی"۔

ان پر آشوب اور جگر خراش حالات میں ان لوگوں کی ذمہ داری بہت بڑھ جاتی ہے جو قرآنی حقائق پر اور قرآن لانے والے رسول پر ایمان رکھتے ہیں اور نہ صرف ایمان رکھتے ہیں بلکہ ان کے اوپر ضلالت و گمراہی کے اس بحر ظلمات سے قوموں کو نکالنے کی ذمہ داری بھی ڈالی گئی ہے۔ یہ کہہ کر:۔

"کنتم خیر أمۃ أخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنھون عن المنکر"۔ (آل عمران - ۱۱۰)

مومنو! جتنی امتیں (یعنی قومیں) لوگوں میں پیدا ہوئیں تم ان سب سے بہتر ہو کہ نیک کام کرنے کو کہتے ہو اور برے کاموں سے منع کرتے ہو۔

امت مسلمہ ہی ان ساری بیماریوں کی طبیب و معالج ہے جو سارے عالم پر چھائی ہوئی ہیں اور اسلام و قرآن ہی وہ مرکز شفا ہے جہاں پہونچ کر یہ بیماریاں دور ہوتی ہیں لہٰذا اب یہ مسلمانوں کا کام ہے کہ وہ تمام سطحی اور وقتی چیزوں سے بلند ہو کر انسانیت کی تعمیر کے لیے کمر کس لیں کہ یہ انھیں کا کام ہے اور وہ نسخہ کیمیا انھیں کے پاس ہے جو انسانیت کے تنِ مردہ میں جان ڈالتا ہے۔

---

[۱] انھوں نے سورۂ تکاثر پڑھی تھی۔

[۲] تکاثر: ہاں اور ہاں کاش تم یقینی طور پر جان لیتے، تم یقیناً جہنم کو دیکھ کر رہو گے۔

غزل

ڈاکٹر محمد حسین فطرت

یہ ان کا مشورہ ہے رنج و یاس رہنے دو
مگر یہ ضد ہے مری دل میں آس رہنے دو

خدا کا ذکر ہو کیوں حرف و لفظ تک محدود
یہ نور دل کے مرے آس پاس رہنے دو

لیا ہے میں نے تدبر کا نور قرآں سے
مرے کلام میں یہ اقتباس رہنے دو

خدائے شکر کا حق ہو ادا یہ ناممکن
مجھے ہمیشہ سراپا سپاس رہنے دو

مکان فکرِ سخن کا ہے لامکاں سے پرے
ہماری فکر کو جنت کے پاس رہنے دو

ہر اک سفر میں یہ زادِ سفر ضروری ہے
کلام پاک کا نسخہ بھی پاس رہنے دو

علوم سارے سمیٹو تم اپنے دامن میں
ہمارے پاس دلِ حق شناس رہنے دو

متاعِ غم بھی خدا کی عظیم بخشش ہے
مری زبان پہ حرف سپاس رہنے دو

نہیں جو چاہتے سننا کلام فطرت کو
تم ان کے کانوں میں یونہی کپاس رہنے دو

بقیہ حیات بعد الممات

اور دوبارہ پھر یہی عمل دہرایا جائے۔ اس طرح اللہ تعالیٰ اپنی قدرت کاملہ سے بے جان مواد سے نباتات پیدا کرتا ہے جو جانداروں کی طرح عمل کرتے ہیں۔ بیجوں کے اگنے کے بعد ایک منزل سے دوسری منزل کی طرف منتقل کرنا ایک خاص مقصد کے تحت ان کی نشو و نما کرنا ایک خاص نمونے کے مطابق ان کے مختلف حصوں میں اشتراکیت پیدا کرنا یہ اسی "وحدہٗ لاشریک" کی کارفرمائی ہے۔ پودا پروان چڑھ کر درخت بنتا ہے۔ جس کے پتے جھڑ کر کلی بنتی ہے۔ اور کلی سے پھول بنتا ہے جس کی مہک اور رنگا رنگ دھاریاں دور دور سے تتلیوں کو کھینچ لاتی ہیں پھول کے عین بیچ میں سے خیوط نکلے ہوئے ہوتے ہیں۔ جن پر زرد غبار یا POLLEN GRAINS ہوتے ہیں۔ پھول کے مرکز میں بچہ دانی ہوتی ہے جس کے نیچے شہد کا خزانہ ہوتا ہے۔ جب تتلی پھول پر بیٹھتی ہے تو زرد غبار اس کی ٹانگوں میں اور پیروں میں لگ جاتا ہے۔ اور جب یہی تتلی شہد چوسنے کے لئے کسی دوسرے پھول پر بیٹھتی ہے تو پہلے پھول کا زرد غبار اس کی بچہ دانی میں گر کر اس پھول کو حاملہ (FARTILIZE) کر دیتا ہے۔ پھول کی پتیاں مقصد براری کے بعد جھڑ جاتی ہیں اور مادہ تولید سے بیج یا پھل بننا شروع ہوتا ہے اور آخر کار یہ پھل کئی مراحل سے گذر کر پختہ ہو جاتا ہے۔ اسکے اندر اس کا بیج ہوتا ہے، جو پودے کا عرصۂ حیات ختم ہونے کے بعد اس کی نسل و نوع قائم رکھنے کی قدرت کی طرف سے تدبیر ہے اس عمل میں بھی بقائے حیات و ممات کی ایک نشانی ہے۔

(باقی آئندہ)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندویؒ

برادر محترم سید محمد جمیل صاحب رحمۃ اللہ علیہ

۲۵ رمئی کے شمارہ میں اسی صفحہ پر "مسلم یونیورسٹی کا کام اور پیغام" کے عنوان سے حضرت مولانا سید ابوالحسن علی مدظلہ کی ایمان افروز اور فکر انگیز تقریر آپ پڑھ چکے ہیں جس میں جدید تعلیم یافتہ طبقہ کو اپنا مومنانہ کردار پیش کرنے کی دعوت دی گئی ہے۔ مناسب معلوم ہوا کہ اس کی ایک عملی مثال بھی حضرت مولانا مدظلہ ہی کے قلم سے آپ پڑھ لیں کہ

اس کی امیدیں قلیل اس کے مقاصد جلیل
رزم ہو یا بزم ہو پاک دل و پاک باز

کا ایک نمونہ عہد قریب کا بھی سامنے آجائے۔

راقم الحروف نے اپنی کتاب "پرانے چراغ" (حصہ اول) میں اپنے والد مرحوم مولانا حکیم سید عبدالحی صاحبؒ (سابق ناظم ندوۃ العلماء) کے احباب خاص میں ایک ممتاز شخصیت اور والد صاحب مرحوم کے عزیز و معتمد دوست اور پیر بھائی الحاج سید محمد خلیل صاحب نہٹوری کا تفصیل سے تذکرہ کیا اور تعارف کرایا ہے۔

سید محمد جمیل صاحب مرحوم جن کا تذکرہ اور مختصر تعارف اور اپنے مشاہدات و تأثرات کا قلم بند کرنا اور قارئین کے سامنے پیش کرنا اس وقت پیش نظر ہے، انھیں کے بڑے صاحبزادہ تھے، سیرت و سوانح کے مطالعہ کے ایک شائق اور ایک حقیر سوانح نگار اور تاریخ نویس کے ذاتی تجربے اور کسی قدر وسیع اور متنوع مطالعہ کی روشنی میں یہ عرض کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ کسی شخصیت کی خصوصیات، خاندانی پس منظر اور اس کے عہد و ماحول سے واقف ہونا نہ صرف اس شخصیت کی خصوصیات، نشو و نما و ارتقاء کے عناصر و عوامل کے سمجھنے میں ممد و معاون ہوتا ہے، بلکہ بعض اوقات ضروری و لابدی ہوتا ہے، اور اس کے بغیر اس کی شخصیت کا منصفانہ و حقیقت پسندانہ مطالعہ، اس کے مختلف اور بعض اوقات متضاد خصوصیات کا تجزیہ و تحلیل دشوار اور بعض اوقات ناممکن ہوتی ہے، اس لیے راقم سطور کا بلا کسی تواضع و انکساری کے ایک تذکرہ نگار کی حیثیت سے مخلصانہ مشورہ ہے کہ "پرانے چراغ" حصہ اول کے اس مضمون کو جو اٹھارہ صفحات پر پھیلا ہوا ہے، ضرور پڑھنے کی کوشش کی جائے۔

راقم سطور نے جس عہد و ماحول میں شعور کی آنکھیں کھولیں اور اس نے سمجھنا بوجھنا شروع کیا (والد صاحبؒ کی وفات ۲ رفروری ۱۹۲۳ء کو ہوئی) وہ والد صاحب کے انتقال کے ۳-۴ سال بعد کا زمانہ ہے، جب اس کی عمر ۱۲-۱۳ سال کی تھی، یہ زمانہ انگریزی سلطنت کے نقطۂ عروج کا زمانہ تھا، اور جدید مغربی تعلیم کا ذہنوں اور اخلاق و کردار سے لے کر عقیدت و سیرت اور تہذیب و معاشرت پر جادو کا سا اثر تھا، جو لوگ اسکولوں اور کالجوں سے پڑھ کر نکلتے تھے، بلکہ ابھی تعلیم پا رہے تھے، وہ مغربی تہذیب کے سانچے میں ڈھلے ہوئے اور اپنی اپنی سطح و معیار معاشی و اقتصادی درجہ کے مطابق مغربی تہذیب اور انگریزی لباس اور ہیئت کے چلتے پھرتے پرزے معلوم ہوتے تھے، نمازوں کی پابندی، شریعت کے احترام، اسلامی شعائر داڑھی وغیرہ اور دین سے واقفیت کا تو ذکر ہی کیا، انگریزوں کی نقالی، انگریزی کے چند لفظ بول لینے پر فخر اور اہل دین و علماء کی تحقیر و استہزاء ان کا شعار بن گیا تھا، ابھی تحریک خلافت نے ہندوستان کے مسلم معاشرہ میں وہ عام ردِّ عمل اور مغربی اقتدار و تہذیب سے بغاوت کا وہ رجحان پیدا نہیں کیا تھا (یا کم سے کم وہ راقم سطور کے سامنے نہیں آیا تھا) جو رئیس الاحرار مولانا محمد علی جوہرؒ، ان کے رفقاء اور تحریک خلافت کے قائدین کے نعرۂ جنگ و بغاوت اور اپنی سیرتوں اور صورتوں کی تبدیلی سے (تفاوتِ درجات کے ساتھ) ہندوستان کے مختلف حصوں میں دیکھنے میں آیا۔

اس وقت راقم سطور کی نگاہوں کے سامنے (جو ابھی بچپن ہی کی منزل میں تھا) نمایاں طور پر دو ہی نمونے ایسے سامنے آئے جو خالص انگریزی اسکولوں اور کالجوں میں انگریز اور نیم انگریز اساتذہ سے تعلیم پانے اور اس میں نمایاں امتیاز حاصل کرنے کے باوجود، نہ صرف مغربی تہذیب، مغربی افکار و اقدار اور انگریزوں اور انگریزی تعلیم یافتہ لوگوں کی نقل و تقلید سے آزاد، بلکہ ایک حد تک باغی تھے، بلکہ خاص اسلامی لباس و شعائر کا نمونہ، عقائد میں بالکل راسخ و متصلب اور فرائض و عبادات کے پابند تھے، یہ دونوں جوان تھے، ایک برادر مربی و محترم مولوی ڈاکٹر سید عبدالعلی صاحب حسنی جو کینگ کالج لکھنؤ سے بی۔ ایس۔ سی (B.S.C) کی امتیاز کے ساتھ ڈگری حاصل کرکے میڈیکل کالج لکھنؤ میں تعلیم پا رہے تھے، دوسرے برادر محترم سید محمد جمیل صاحب جنھوں نے ریاضیات (MATHEMATICS) میں امتیاز حاصل کیا تھا، اور کالج سے پڑھ کر نکلے تھے، دونوں خالص ہندوستانی لباس میں، منہ پر داڑھی، نمازوں کے سخت پابند، اول الذکر مکمل عالم اور دو دو دینی مدرسوں (دار العلوم ندوۃ العلماء و دار العلوم دیوبند) کے فارغ اور نامور عالم دین، مصنف و محقق مولانا حکیم سید عبدالحی صاحب حسنیؒ کے صاحبزادہ، دوسرے برادر محترم سید محمد جمیل صاحب الحاج سید محمد خلیل صاحب نہٹوری (مرید حضرت گنج مرادآبادی) کے صاحب زادہ۔

پھر جب راقم کا قیام بھائی صاحب مرحوم کی میڈیکل کالج سے فراغت کے بعد اپنے قدیم محلہ بازار جھاؤلال لکھنؤ میں ہو گیا تو عم محترم سید محمد خلیل صاحب اور ان کے صاحبزادۂ گرامی قدر سید محمد جمیل صاحب کی زیارت اور ان کو قریب سے دیکھنے کا زیادہ موقع ملا، کیونکہ وہ اس وقت احاطۂ لال خاں میں رہتے تھے، جو بازار جھاؤلال کے بالکل متصل ہے اس وقت جب دیکھا بھائی جمیل صاحب کو انھیں خصوصیات کے ساتھ پایا جو اعلیٰ انگریزی تعلیم پانے والے اور آسودہ حال طبقے کے نوجوانوں میں کمیاب بلکہ نایاب تھیں، چہرہ پر داڑھی (جس کا ابھی آغاز ہی ہوگا) سادہ لباس، نمازوں کی پابندی، بزرگوں کا ادب و احترام اور سنجیدگی و شائستگی۔

داڑھی کا ذکر آ گیا تو یہ لکھنا فائدہ اور دلچسپی اور عبرت و موعظت کے لیے بھی مفید معلوم ہوتا ہے کہ غالباً انھوں نے خود سنایا کہ جب اکاؤنٹس کے ایک بڑے امتحان میں کامیاب ہونے کے بعد ان کا (غالباً شملہ میں) ماہرین کی ایک کمیٹی کے سامنے جن میں غالباً سب انگریز تھے، انٹرویو ہونے جا رہا تھا، تو ان کو ایک تجربہ کار خیر خواہ نے مشورہ دیا کہ تم اپنی داڑھی منڈوا دو، اس داڑھی کے ساتھ تمہارا انتخاب نہیں ہو سکے گا، بھائی سید محمد جمیل صاحب نے مجھے خود سنایا کہ اس انٹرویو میں ایک قادیانی نوجوان بھی شریک ہو رہے تھے، ان سے بھی یہ کہا گیا، انھوں نے اپنے اتالیقوں اور سرپرستوں سے پوچھا اور اس خطرہ کا اظہار کیا؟ اور بھائی جمیل صاحب نے اپنے والد محترم الحاج سید خلیل صاحب سے پوچھا، ان کا بیان ہے کہ قادیانی نوجوان کو ان کے سرپرستوں نے یا ان کے دینی رہنما نے داڑھی منڈانے کی اجازت دے دی، لیکن سید محمد خلیل صاحب نے جواب میں لکھا یا کہا کہ رازقِ حقیقی خدا ہے، وہ چاہے گا تو اس داڑھی کے ساتھ بھی انتخاب ہو جائے گا، داڑھی منڈانے کی ضرورت نہیں، بھائی جمیل صاحب یہ عبرت ناک اور سبق آموز نتیجہ سناتے تھے کہ قادیانی نوجوان کا داڑھی منڈانے کے باوجود انتخاب نہیں ہوا، اور ان کا داڑھی کے باوجود انتخاب ہو گیا، اور پھر ان کے حلقۂ تعارف کو معلوم ہے کہ وہ ترقی کرتے کرتے ہندوستان میں اس شعبہ کے اعلیٰ عہدہ تک پہنچے اور جب وہ پاکستان منتقل ہوئے تو وہاں کے اکاؤنٹنٹ جنرل کے اعلیٰ عہدہ پر پہنچے اور اسی سے پنشن لی، "إن في ذلك لعبرة لأولي الأبصار"۔

بھائی جمیل صاحب کچھ عرصہ مدراس میں اکاؤنٹس کے اعلیٰ عہدہ پر فائز رہے، پھر ریلوے کے چیف اکاؤنٹنٹ کی حیثیت سے ان کا تقرر ہوا اور دہلی میں ان کی پوسٹنگ ہوئی، یہ وہ زمانہ ہے کہ جب راقم سطور کا حضرت مولانا محمد الیاس صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں حاضری اور نظام الدین قیام کا دور شروع ہوا تھا (۱۹۴۱ء تا ۱۹۴۴ء) اسی زمانہ میں بھائی جمیل صاحب اور ان کے والد محترم چچا سید محمد خلیل صاحب کا قیام بھی قرول باغ میں رہتا تھا، قریب ہی ندوۃ المصنفین کا دفتر واقع تھا، جہاں مولانا مفتی عتیق الرحمان صاحب عثمانی اور مولانا سعید احمد صاحب اکبر آبادی کا قیام تھا، دوسری طرف مولانا محمد سلیم صاحب مہتمم مدرسہ صولتیہ مکہ معظمہ کچھ عرصہ کے لیے ہندوستان آئے ہوئے مقیم تھے، راقم سطور اکثر وہاں حاضر ہوتا اور کبھی یکجا اور کبھی متفرق ان حضرات سے ملاقات ہوتی، اس کے کچھ عرصہ بعد ہی ملک کی آزادی تقسیم اور قیام پاکستان کا واقعہ پیش آیا اور ہزاروں، لاکھوں مسلمانوں کی طرح (اور غالباً ملازمت کی انتظامی و اقتصادی تقاضوں کی بنا پر) بھائی سید محمد جمیل صاحب بھی پاکستان منتقل ہو گئے اور وہاں کچھ ہی عرصہ کے بعد اکاؤنٹنٹ جنرل کے عہدہ پر فائز ہوئے، ان کا تقرر اور قیام ایک عرصہ تک اسی عہدہ پر مشرقی پاکستان میں ہوا، اور اسی دوران قیام میں انھوں نے ہمارے شیخ و مرشد حضرت مولانا

عبدالقادر صاحب رائے پوری کو ڈھاکہ تشریف لانے کی دعوت دی (ان سے غالباً قیام پاکستان کے زمانہ میں بیعت کا تعلق ہوگیا تھا) یہ ۱۹۵۳ء کا واقعہ ہے، حضرت مولانا محمد صاحب لائل پوری کی معیت میں ڈھاکہ تشریف لے گئے اور سید محمد جمیل صاحب کی کوٹھی پر قیام فرمایا، سید جمیل صاحب حضرت کی ہمرکابی میں چاٹگام بھی گئے، مشرقی بنگال میں حضرت کا قیام پندرہ دن رہا، سید جمیل صاحب نے اس قیام کے دوران حضرت کی خدمت اور ہمرکابی اور حضرت کی تشریف آوری سے افادۂ عام کا شرف اور سعادت حاصل کی۔

مشرقی پاکستان سے پھر وہ پورے پاکستان کے اکاؤنٹنٹ جنرل ہوکر کراچی آگئے اور کئی سال تک اس عہدہ پر فائز رہے، ۱۹۵۴ء میں (رمضان المبارک ۱۳۷۳ھ) حضرت رائے پوری کا قیام کوہ مری گھوڑا گلی میں جناب محمد شفیع قریشی صاحب اور ملک محمد دین صاحب کی دعوت اور درخواست پر ہوا، راقم سطور بھی حاضر تھا، اور اس کا قیام ایک ہی کمرہ میں عم محترم سید محمد خلیل صاحب اور برادر محترم سید محمد جمیل صاحب کے ساتھ رہا، عم محترم ہم دونوں کو بالکل اپنے فرزندوں کی طرح دیکھتے اور سلوک کرتے تھے، ۲۴ گھنٹے ساتھ رہ کر باپ بیٹے (رحمۃ اللہ علیہما) کے معمولات اخلاق و برتاؤ اور عبادت کے انہماک کو بالکل قریب سے دیکھنے کا موقع ملا اور دونوں کو بہت ممتاز پایا۔

۱۹۵۶ء میں بھائی جمیل صاحب اپنے والد محترم کے ساتھ چند دن کے لیے لکھنؤ تشریف لائے، سفر کا اصل مقصد تعلق والوں (خاص طور پر بھائی صاحب مرحوم) سے ملنا ہی تھا، عم محترم کی شفقت اور برادر محترم کی محبت اور اس ملاقات کی مسرت ابھی تک ذہن میں تازہ اور آنکھوں کے سامنے ایستادہ ہے، دینی استقامت، اسلام کے لیے فکرمندی اور خوش اوقاتی کے ساتھ ان کی ایک بڑی امتیازی صفت اپنے والد ماجد کی خدمت اور ان کا ادب و تعظیم بھی تھی، لوگوں نے ان کو (اس مرتبہ و وجاہت کے باوجود جو ان کو حاصل تھی) والد کے جوتوں کے فیتے کھولتے دیکھا ہے، اور یہ تو راقم نے اپنی آنکھ سے دیکھا ہے کہ والد صاحب قضائے حاجت کے لیے گئے ہوئے ہیں، اور وہ ان کا لوٹا لیے انتظار میں کھڑے ہیں کہ وہ فارغ ہوں تو وہ ان کو پہنائیں۔

پاکستان کے قیام میں برادر محترم سید محمد جمیل صاحب کا سب سے بڑا کارنامہ اور خصوصی شغف و اہتمام اس نوزائیدہ اسلامی ملک میں عیسائیت کی اشاعت و فروغ کے خلاف ان کی فکر و تہم تھی، غالباً پاکستان میں چند ہی افراد ایسے ہوں گے جن کو اس خطرہ کا ان کی طرح احساس اور اس کے سدباب اور استیصال کے لیے ان کا سا اہتمام ہوگا، مجھے خوب یاد ہے کہ ایک مرتبہ لاہور کے دوران قیام میں (جو غالباً صوفی عبدالحمید صاحب وزیر پنجاب کی کوٹھی پر تھا) بھائی سید محمد جمیل صاحب نے ذرا تفصیل سے حضرت کے سامنے اس کا نقشہ کھینچا اور اس کی وسعت اور سنگینی کا اظہار کیا، اس وقت جہاں تک یاد ہے، حضرت کے حجرہ میں ان کے اور راقم سطور کے علاوہ کوئی اور نہیں تھا، حضرت نے سب کچھ خاموشی سے سنا اور جواب میں فرمایا کہ "تم ہو تو ان شاء اللہ خطرہ نہیں ہے"۔ وکفیٰ بہ شہادۃ۔

پھر ان کا دوسرا کارنامہ (جو اپنی اہمیت اور عظمت میں کسی طرح کم نہیں ہے) ان کا کوریا کا سفر و قیام ہے، اور وہاں ان کے قیام سے اسلام کی جو اشاعت اور مسلمانوں کی (جو ترکی افواج اور باہر کے آئے ہوئے مسلمانوں کی شکل میں تھی) جو خدمت اور بعض مساجد کی جو تعمیر عمل میں آئی وہ سنہرے بلکہ نور کے حروف میں لکھنے کے قابل ہے، وما التوفیق إلا من عند الله۔

اعلیٰ ملازمت سے فارغ ہونے اور پنشن یاب ہونے کے بعد انھوں نے کراچی میں اشاعت قرآن اور دینی تعلیم پر اپنی توجہ مرکوز کی جس کا ذوق ان کو اپنے والد سے ورثہ میں ملا تھا، اور اس میں انھوں نے اضافہ بھی کیا تھا، یہ وہ زمانہ ہے جب راقم سطور سعودی عرب اور یورپ کے سفروں میں آتے جاتے کراچی کے چند روزہ قیام میں اپنے قریبی اعزہ اور اہلِ خاندان کو چھوڑ کر عم محترم سید محمد خلیل صاحب کے حق و مرتبہ کے احترام میں اور ان کی وفات کے بعد بھائی سید محمد جمیل صاحب کے خلوص و محبت کی بنا پر انھیں کے یہاں قیام کرتا تھا، اس قیام کے دوران ان کی ان اصلاحی، تعلیمی و دینی سرگرمیوں سے واقفیت کا قریبی موقع ملا، اور بعض اوقات ان کی دعوت و ارشاد پر ایسی بعض مجالس کو خطاب کرنے کی سعادت بھی حاصل ہوئی۔

آخر وہ ناگزیر اور باعث قرب و سعادت سفر آخرت پیش آگیا جس سے کسی کو چارہ نہیں، اور وہ ۲۶ رجنوری ۱۹۸۸ء کو راہی ملک بقا ہوئے۔ غفر الله له ورفع درجاته۔

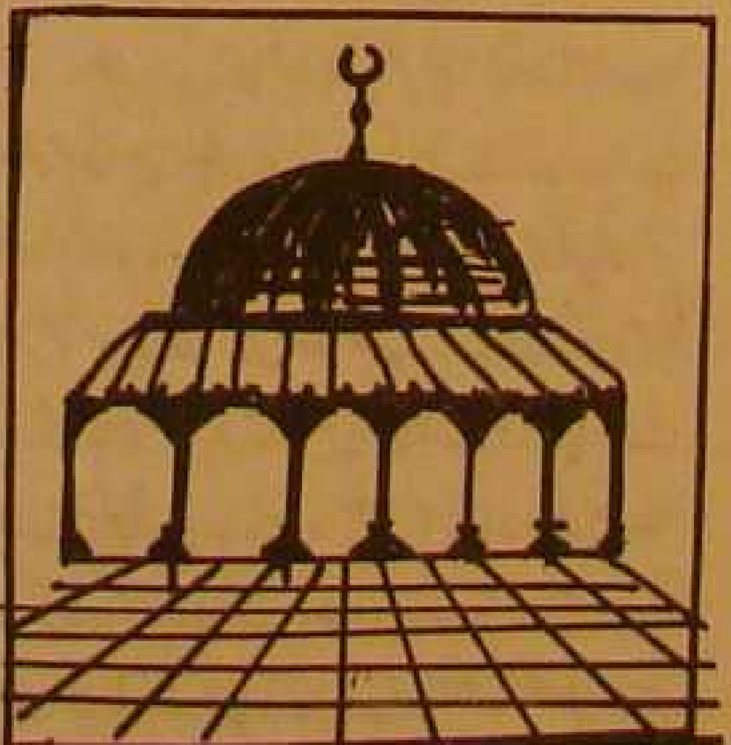

مِنیٰ کا حادثہ اور نظم وضبط کا اہتمام

مولانا سید محمد رابع حسنی ندوی

سال رواں حج کے موقع پر منیٰ میں رمی جمرات کے دوران جو حادثہ پیش آیا جس میں کئی سو حاجیوں کی جانیں ضائع ہوئیں، بہت افسوسناک اور رنجدہ واقعہ ہے اس پر افسوس اور اظہار تعزیت کرنا مسلمانوں کا دینی فریضہ اور اخلاقی عمل ہے۔ اس میں واقعہ کے اسباب تلاش کرنا تاکہ ان کا سدباب ہوسکے ضروری امر ہے، مسلمانوں کے صرف اہل فکر ہی نہیں بلکہ توقع ہے کہ خود سعودی حکومت بھی اس کی طرف ضروری توجہ کر رہی ہوگی کیونکہ اس کے انتظام کے دائرے میں یہ واقعہ پیش آیا اور وہ جہاں حاجیوں کے طرح طرح کے معاملات کی فکر کرتی رہی ہے اور اس نے حج کے دوران حج کے خوش اسلوبی سے انجام پانے کے لیے سڑکوں کی توسیع، ٹریفک کی ضرورت کے لحاظ سے پلوں کی تعمیر اور مجمع کے اکٹھا ہونے کی جگہوں پر اضافی انتظامات کر رکھے ہیں جن میں سال بسال اضافہ ہی ہوتا ہے، ظاہر ہے کہ اس زبردست حادثہ کو نظر انداز نہ کرے گی، پھر بھی وہاں کی حکومت کو اس کی طرف توجہ دلانا اچھی بات کہی جاسکتی ہے۔

لیکن بعض حلقوں کی طرف سے یہ رائے کہ اس واقعہ نے سعودی حکومت کی نااہلی ثابت کردی، نہ صرف یہ کہ عاجلانہ رائے ہے بلکہ بالکل بے سوچی سمجھی بات ہے، حج کا فریضہ جس نے بھی انجام دیا ہے اور وہاں کے انتظامات دیکھے ہیں اور حکومت ان انتظامات پر جو غیر معمولی اخراجات کرتی ہے اور انتظامات میں سال بسال جو اضافہ کرتی رہتی ہے وہ اس کو نظر انداز نہیں کرسکتا، کسی بھی حادثہ پر فوراً آخری بات کہہ دینا صرف اس امر کا غماز ہے کہ اس کے پیچھے سیاسی اختلاف کام کر رہا ہے، خاص طور پر ایرانی حکومت جس نے نااہلی کا الزام لگایا ہے پہلے بھی اس جذبہ کا اظہار کرتی رہی ہے، وہ شروع سے کوشاں رہی ہے کہ وہاں کی حکومت کی نااہلی ثابت کرے اور وہاں ایسی متبادل صورت اختیار کرنے کا طریقہ تجویز کرے کہ خود اس کو عمل دخل مل جائے، انتظام کسی کا بھی ہو یہ گارنٹی کہاں سے ہوسکتی ہے کہ موجودہ زبردست انتظامات کے بعد جو حادثہ پیش آسکتا ہے وہ نئے انتظام میں نہ پیش آئے گا، یہ رائے دراصل سیاسی اختلاف یا خود اپنے کو دخیل بنانے کے سوا نہیں۔ واقعہ کو اچھی طرح سمجھے اور اس کا جائزہ لینے کے بعد مخلصانہ جذبہ کے ساتھ جو رائے قائم ہوگی وہی رائے اخلاص پر مبنی قرار دی جائے گی، حج کے لیے جہاں جہاں مجمع کثیر ہوتا ہے اور وہ عبادت کی غرض سے ہوتا ہے سب سے پہلے اس کی صورت حال اور دشواریوں کو سمجھنا چاہیے، ان میں منیٰ کا جمرات کا علاقہ پھر سعی اور طواف کی جگہیں قابلِ ذکر ہیں۔

منیٰ میں جمرات کے سامنے اور طواف کے دوران حجر اسود کے سامنے حجاج کرام کی جو بھیڑ ایک وقت میں اکٹھا ہوتی ہے اس کو خود حجاج کرام اگر کنٹرول نہ کریں تو دوسرے افراد کنٹرول نہیں کرسکتے کیونکہ وہاں جگہ محدود اور تنگ ہوتی ہے اور بڑی تعداد کو اس سے گذرنا اور وہاں چند لمحات ٹھہرنا اور کچھ کرنا بھی ہوتا ہے، چنانچہ جب بہت سے افراد ایک کسے ہوئے مجمع میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی اور بیچ مجمع میں اپنے لیے جگہ نکالنے کی کوشش کریں گے تو بالکل امکان ہے کہ کوئی دھکا کھا جائے، کوئی گر جائے اور ظاہر ہے کہ کسی کسے ہوئے مجمع میں کوئی گر جائے تو نہ وہ اٹھ سکتا ہے اور نہ اٹھایا جاسکتا ہے اور نہ مجمع کے بیچ میں اس کی حفاظت کے لیے لوگوں کو ہٹا کر جگہ ہی پیدا کی جاسکتی ہے۔

حجاج کرام کا جذبہ ایسے مجمعوں میں چونکہ دینی ہوتا ہے، مقصد عبادت اور خدا کی رضا کا حصول ہوتا ہے اس لیے علی العموم وہ احتیاط کرتے ہیں اور آگے بڑھنے کے لیے دھکوں سے بچتے ہیں اور مجمع کو چیرنے کی کوشش نہیں کرتے اس کی وجہ سے لاکھوں کا مجمع ایسے مشکل موقع سے بخوبی سے نکل جاتا ہے لیکن لاکھوں کے مجمع میں احتیاط کے باوجود کچھ افراد بہرحال زد میں آجاتے ہیں یہ کوئی تعجب کی بات نہیں، متمدن ملکوں کے بڑے شہروں میں باوجود انتظامات کے سڑک کے کتنے حوادث پیش آتے ہیں، نیویارک جیسے متمدن شہر میں کرسمس کے موقع پر جتنے حوادث پیش آتے ہیں ان کے سرکاری اعداد و شمار سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک دن میں ہزار سے اوپر تعداد پہونچ جاتی ہے، ہندوستانی پارلیمنٹ میں ہندوستان کے اندر گذشتہ صرف ایک سال کے اندر سڑک حادثوں کی اموات کی تعداد تقریباً ساٹھ ہزار بتائی گئی ہے، اس لیے لاکھوں

کے مجمع کے اکٹھا ہونے اور اس کے اپنی اپنی جگہ پر حرکت کرنے اور آگے بڑھنے، اپنی جگہ بدلنے کے لیے جو کچھ کرنا پڑتا ہے اس کے اثر سے بڑی احتیاط کے بعد بھی چند حادثات ہو جانا حیرت کی بات نہیں، وہاں ضروری انتظام ہوتے ہیں قریب میں حفاظتی دستے بھی کھڑے ہوتے ہیں اور وہ اپنی حد تک کنٹرول بھی کرتے ہیں اور دیکھنے والوں نے دیکھا ہے کہ اس موقع پر گورنر اور ان کے نیچے اور اوپر کی سطح کے لوگ بھی احرام باندھے ہوئے کنٹرول کرتے نظر آتے ہیں لیکن مجمع کو وہاں نہ تو اکٹھا ہونے سے روکا جا سکتا ہے اور نہ جمرہ پر کنکری مارنے کے لیے قریب تک جانے سے منع کیا جا سکتا ہے، اس میں دراصل بنیادی توجہ اور فکر خود حاجیوں کے کرنے کی ہے ان کی بدنظمی، عجلت یا اپنی جسمانی طاقت سے مدد لینے کی کوشش خطرناک بن جاتی ہے، خاص طور پر دنیا کے ان ممالک کے لوگ جو بڑے قوی الجثہ ہوتے ہیں جیسے مغربی افریقہ اور وسطی افریقہ، ان کے دباؤ سے کمزور جثہ کے لوگ دھکے کھا جاتے ہیں اور اس دھکہ میں بعض وقت گر جاتے ہیں اور مجمع کے اندر گر جانے کے بعد پھر اٹھنا یا اٹھانا تقریباً ناممکن ہو جاتا ہے، یہ مضبوط اور بڑے ڈیل ڈول کے لوگ جب بعض وقت گروپ بنا کر اکٹھا آتے ہیں تب تو ان کے سامنے کوئی ٹھہر نہیں پاتا، اس پر حکومت سعودی باوجود سڑکوں کو چوڑا کرنے، آنے جانے کے راستے الگ بنانے اور مجمع کے دباؤ کو کم کرنے کے لیے دو منزلہ راستے بنانے کے پوری طرح قابو نہیں پا سکی ہے، وہ کوشش کرے تو تھوڑی بہتری مزید حاصل کر سکتی ہے لیکن اصل کوشش دنیا کے مختلف ممالک میں حاجیوں کی روانگی کے وقت ان کو سمجھانے اور بتانے سے ہونا چاہیے کہ خود حاجی اگر اس بات کا لحاظ نہ رکھیں گے کہ مجمع کے اندر نقل و حرکت کے لیے کیا نظم و ضبط ہونا چاہیے اور اس کی پوری پابندی کرنا چاہیے تو اصلاح بہت دشوار ہے، ایسے سخت مجمع کے مواقع مطاف میں طواف کے وقت، مسعیٰ میں سعی کے وقت اور جمرات کی جگہوں پر رمی کے موقع پر پیش آتے ہیں، جہاں تک مسعیٰ کا تعلق ہے وہاں وقت کی گنجائش زیادہ ہے اس لیے حوادث کا خطرہ کم ہو جاتا ہے، طواف کے موقع پر بھی وقت کی وسعت کی وجہ سے مجمع تقسیم ہوتا ہے وہاں بھی خطرہ کم ہو جاتا ہے لیکن جمرات کی جگہوں پر وقت کی کمی اور تمام حاجیوں کی وہاں پر حاضری مسئلہ کو اہم بنا دیتی ہے، اور سال بسال حج پر جانے والوں کا مجمع بڑھتا جاتا ہے اسی کے ساتھ یہ مسئلہ بھی بڑھتا جا رہا ہے اور اس سال تو حج اکبر کے خیال سے مجمع بھی ٹوٹ پڑا تھا — حج کے شائقین کو ایک یہ بات بھی پیش نظر رکھنا چاہیے کہ حج کے فرض اور نفل ہونے کا جو فرق شریعت نے رکھا ہے حج کے شوق میں اس کا بھی لحاظ رکھا جائے، نفل حج کی کثرت نے بھی مجمع کی زیادتی کی حالت پیدا کر دی ہے، شریعت میں عبادت کی مختلف شکلیں رکھی گئی ہیں، ذوق عبادت کو حالات اور ضرورت کو سامنے رکھ کر پورا کرنا چاہیے۔ نفل حج کثرت سے کرنا نفلی عبادت کا ثواب تو بڑھاتا ہے لیکن نفلی عبادت کثرت جب مسلمانوں کے لیے تکلیف کا باعث بننے لگے تو فکر کی بات ہے، دنیاوی مقاصد سے بھی حج کرنے کی شکل پیدا ہو گئی ہے جو کسی سے مخفی نہیں، اس کی وجہ سے بھی مجمع میں اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ اس کو بھی کم کرنے کی ضرورت ہے۔ اس سال جمرات کے پاس جو سیکڑوں کی اموات ہوئیں اس طرح یہ غیر معمولی حادثہ قرار پایا، معلوم ہوا ہے کہ مجمع کی زیادتی کے علاوہ یہ بات بھی پیش آئی کہ حاجی پانی کی جو بوتلیں بلاٹک کی رکھتے تھے وہ بھی وہاں گریں یا پھینکی گئیں ان سے کیچڑ بھی ہوا اور پھسلن ہوئی، ضرورت ہے کہ آئندہ رضاکار اور پولیس کے لوگ اس بے ضابطگی کو کنٹرول کرنے کی کوشش بھی کریں، سعودی حکومت اب اس کی طرف بھی دھیان دے، اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آئندہ ایسے ہر واقعہ سے بچائے۔ آمین۔

****

بقیہ:۔ گیان واپی

.... رفتہ رفتہ اس احاطہ میں کئی اور عمارتیں مسجد سے بالکل متصل مزید بنائی گئیں مسجد کا مشرقی صدر دروازہ بند کر دیا گیا۔ بالآخر مسلمانوں کو شمال میں ایک چھوٹا سا دروازہ آمد و رفت کے لئے کھولنا پڑا جو آج بھی قائم ہے، مسجد کے مغربی حصہ پر بھی جہاں ایوان شریعت کے باقیات تھے عملاً قبضہ کر لیا گیا۔ اور پھر پوری ڈھٹائی سے یہ دعویٰ کیا جانے لگا کہ یہ مسجد اصلاً مہادیوجی کے مندر پر واقع ہے، اور اورنگ زیب عالمگیر نے اپنے عہد میں اس کو توڑ کر بنایا ہے، آج انگریزوں کا لگایا ہوا یہ شیطانی درخت تناور ہو چکا ہے۔ اور ایک جماعت مسلسل اپنے جھوٹ اور فریب سے اس کو سینچے جا رہی ہے اور اس طرح ملک کا امن و امان خطرہ سے دوچار ہے، یہ ملک و قوم کے ساتھ بے وفائی اور غداری ہے کہ قوم کو صحت مند رجحانات سے دور رکھا جائے چونکہ ملک کو بابری مسجد کی شہادت کی بڑی قیمت چکانی پڑی ہے، لہٰذا ارباب حکومت کو چاہیئے کہ اب یہ سبق نہ دہرایا جائے اور ہر ایسے عناصر پر کڑی نظر رکھی جائے، تاکہ ملک ترقی کرے اور دنیا میں سب سے بڑی معیاری جمہوریت کے عنوان سے اس کی قدر و قیمت باقی رہے۔ ●●

ایک نئی دنیا وجود میں آرہی ہے

مولانا محمد واضح رشید ندوی — ترجمہ:۔ محمد احمد

عالمی بساط سیاست پر ایسی زبردست اور فیصلہ کن تبدیلیاں رونما ہو رہی ہیں جو اگر جاری رہیں تو مستقبل میں دنیا کا نقشہ موجودہ نقشے سے مختلف ہوگا، یہ تبدیلیاں اس بات کی غمازی کر رہی ہیں کہ ایک نئی دنیا وجود میں آرہی ہے، جو موجودہ دنیا سے سیاسی، اقتصادی، اور اخلاقی لحاظ سے یکسر مختلف ہوگی۔

کچھ عرصہ پہلے دنیا تین نظاموں یا تین عالموں میں منقسم تھی، ایک وہ دنیا جس کی قیادت کی رسی اور زمام کار سرمایہ دارانہ نظام کے ماتحت تھی، دوسری دنیا میں اشتراکی نظام کی فرماں روائی و حکمرانی تھی، رہی تیسری دنیا تو یہ ان ترقی پذیر ممالک پر مشتمل تھی جو طویل عرصہ تک مغربی سامراج کے ظلم و ستم کا نشانہ بنی رہی، اور دوسری عالمی جنگ کے بعد اس کے پنجۂ استبداد سے اس کو نجات ملی، جو اس کو اشتراکی دنیا کی ہمدردی حاصل تھی، لیکن اشتراکیت اور سرمایہ دارانہ نظام کے اصول و قوانین، اغراض و مقاصد میں غیر معمولی فرق کے نتیجہ میں دو بڑے عالموں کے درمیان مسلسل کشمکش جاری رہی۔

اس لیے ایسے حالات میں یہ تیسری دنیا مجبور تھی کہ وہ کسی ایک کا سہارا لے، لیکن چونکہ اس کا طبعی میلان اشتراکی دنیا کی طرف تھا، اس لیے اس نے محبت کا ہاتھ بڑھا کر اس کی ہمدردی اور تعاون حاصل کر لیا لیکن بعض ممالک اپنے مفادات کے لحاظ سے مغربی دنیا سے وابستہ تھے۔

یورپ کی استحصالی سیاست کی وجہ سے اشتراکیت کو ترقی پذیر ممالک میں پھلنے پھولنے کا موقع ملا، اس کو اس لئے بھی فروغ حاصل ہوا کہ اشتراکیت نے یہ دلفریب نعرہ لگایا کہ وہ اقتصادی اور دفاعی اعتبار سے اس کے ہاتھوں کو مضبوط کرے گی۔

لیکن افغانستان کی جنگ کے نتیجہ میں اشتراکی دنیا جس کی قیادت روس کر رہا تھا، زوال کا شکار ہو گئی، اور اس کی طاقت ٹوٹ کر مختلف چھوٹے چھوٹے ممالک میں بٹ گئی، اب ان ترقی پذیر ممالک ہی میں جن کو اشتراکیت نے اپنا گڑھ بنایا تھا، کہیں تو کلی طور پر اور کہیں جزئی طور پر اشتراکیت کا خاتمہ ہو گیا۔

زوال روس اور قصر اشتراکیت کے زمین بوس ہو جانے کے بعد اب صرف ایک ہی طاقت رہ گئی ہے، جس کی قیادت امریکہ کے ہاتھ میں تھی، ایسے وقت میں تیسری دنیا کے لئے یہ ناگزیر ہوا کہ وہ اس سے مصالحت کے لئے ہاتھ بڑھائے، اور اس کے ساتھ اپنے تعلق اور وفاداری کا اظہار کرے۔

مغربی ممالک کا مزاج ہے کہ وہ ہمیشہ کسی نہ کسی سے برسرپیکار رہتے ہیں، اس لیے سقوط روس کے بعد ان کو ایک خلا محسوس ہوا، چنانچہ انھوں نے عالم اسلام کو اپنا حریف قرار دے کر اپنی توانائی اس کی مخالفت بلکہ اس سے ٹکراؤ پر صرف کرنی شروع کر دی، عالم اسلام کے پاس نہ وہ مادی طاقت ہے، اور نہ وہ جاہ و سطوت اور نہ وہ ہتھیار و اسلحہ جس سے امریکہ کے جنگی خزانے معمور ہیں، اور نہ روس کی طرح اس کے پاس زہریلے اور خطرناک اسلحے ... ہیں، جس کو ابھی کچھ عرصہ قبل سپر پاور کے ڈراؤنے لفظ سے یاد کیا جاتا تھا، یہ عالم ان ممالک کا ایک مجموعہ ہے، جن کو مغربی سامراج بنی کر نے اپنے عہد سامراج میں خوب جور و ستم کا تختۂ مشق بنایا، اور ان ممالک کے اندر ایسی حکومتوں کی بنیاد ڈالی، جو بظاہر عوام کی خیر خواہ و بہی خواہ، لیکن فی الحقیقت مغربی سامراج کے پھلنے پھولنے اور اس کے قوی و توانا ہونے کا ذریعہ تھیں۔

اس وقت مغربی میڈیا نے اسلامی بنیاد پرستی کا ہوّا کھڑا کر کے دنیا کے توازن عقلی کو مختل کر دیا ہے، اور وہ یہ باور کرانے کی کوشش کر رہا ہے کہ سقوط اشتراکیت کے بعد اگر کوئی طاقت یورپ کے لیے خطرہ بن سکتی ہے تو صرف اسلامی بنیاد پرستی بلکہ اسلام کی ابھرتی ہوئی طاقت ہے، اور یہ ایسی طاقت ہے، جس سے دیار یورپ کے ایوانہائے عیش و عشرت پر زد پڑتی ہے جن کو وہ مغربی تمدن سے تعبیر کرتا ہے، جن کی بنیاد مذہب بیزاری، اخلاقی قیود، اور اعلیٰ قدروں سے آزادی اور مادیت اور خود غرضی اور استحصال پر قائم ہے، جس کی وجہ سے دنیا میں فساد پھیلا ہوا ہے۔

اپنے اس مادی اور انسان دشمن اور سامراجی ذہنیت کے حامل تمدن کی حفاظت کے لیے اس نے اسلامی ذہن کی شدت سے مخالفت شروع کر دی ہے اور ساری دنیا کو اس ذہن

سے لڑنے کے لیے اکسانا شروع کردیا ہے، اور اسی کے اشارے پر اسلامی اصولیت جو دراصل انسان کی اصلاح کی تحریک ہے ہر ملک و قوم کے لیے خطرہ کا نشان بن گئی ہے، اور بہت سے قائدین بغیر حقیقت کو سمجھے اس کی مخالفت پر آمادہ ہوگئے ہیں۔

یورپ دنیا کو یہ باور کرانا چاہتا ہے، اور اپنی اسلام دشمن صف آرائی سے اس نے اس کا مظاہرہ بھی کیا ہے کہ اس وقت دنیا میں دو بڑی طاقتیں ہیں، پہلی طاقت غیر اسلامی قوتوں کی ہے، جو اسلامی بنیاد پرستی کے نام سے اسلام اور مسلمانوں کے خلاف معرکہ آرائی میں مشغول ہے، دوسری طاقت ان مسلم عوام کی ہے، جو جذبۂ اسلامی سے معمور ہیں، اور ان کی یہ دلی آرزو ہے کہ وہ اسلام کو اپنے دیار میں ایک عملی شکل میں جاری و ساری دیکھیں، اس کے لیے وہ حکومتوں سے مطالبہ کرتے ہیں کہ وہ اسلام کی قانونی بالادستی کو تسلیم کریں، پہلی طاقت جس کا دائرہ مشرق و مغرب پر محیط ہے، اس کے پاس زہر آلود ہتھیاروں کا اسٹاک ہے، میڈیا اس کا، سراغ رساں ایجنسیاں اس کی، بظاہر دنیا میں سب کچھ اسی کے لیے ہے۔

اس طاقت کے مقابلے میں دوسری طاقت وسائل کی کمی کا شکار، فقر و افلاس کا سایہ اس کے سر پر، اس کے بیشتر افراد کی قسمت میں زنداں کی کال کوٹھری، اور بعض ان میں ایسے بھی جو کاموں سے معطل، عہدوں سے عاری، اور یہ صرف اس لیے کہ وہ اسلام کو اپنا دین قرار دیتے ہیں۔

لیکن حیرت ہے اس پر کہ دشمن اپنے لاؤ لشکر، کثرت عدد و عتاد کے باوجود سہما ہوا، ڈرا ہوا، فکر اس کی کہ کہیں مسلمانوں کی یہ بکھری ہوئی و منتشر قوت اس کے وجود کے تصفیہ کا سبب نہ بن جائے۔ چنانچہ ان کی طاقت و قوت کے راز کو جاننے کے لیے کانفرنسیں بلائی جاتی ہیں، ان کی طاقت کو توڑنے کے لیے اقتصادی اور سیاسی وسائل اختیار کیے جاتے ہیں، حکومتوں پر دباؤ ڈالا جاتا ہے۔

اسلام کی روز افزوں بڑھتی ہوئی طاقت کو یورپ اپنے لیے پیام موت اور اشتراکیت سے زیادہ خطرناک تصور کرتا ہے، اس لیے آج وہ پوری دنیا کے اندر اسلامی بنیاد پرستی کا نام لے کر واویلا مچا رہا ہے کہ یہ اسلام کی ابھرتی ہوئی قوت اس اشتراکی قوت سے کہیں زیادہ بڑھ کر ہے، جس کا وہ تجربہ کر چکا ہے، بلکہ اس نے اس کے قصر فلک بوس کو ریت کے ذرات میں تبدیل کردیا ہے۔

لیکن فلسفۂ اشتراکی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کی اساس غیر طبعی اور غیر علمی تھی، اور اس کے نحیف و ناتواں جسم میں اتنی قوت ہی کہاں تھی کہ وہ عوام کے مسائل کے الجھے ہوئے گیسوؤں کو سنوار سکتا، اس لیے اس فلسفہ کے علمبرداروں نے یہ محسوس کرلیا کہ اس ترقی یافتہ دور میں یہ غیر طبعی نظام اب زیادہ دنوں تک نہیں چل سکتا، چنانچہ یہ سب ایک ایک کرکے اس سے دست کش ہوگئے۔

اور دوسری بات جو زوال اشتراکیت کے بارے میں سمجھ میں آتی ہے وہ یہ کہ افغانستان کی تاریخی جنگ سے اس کی عسکری قوت تباہ و برباد ہوگئی، اور اس کو بڑے تلخ تجربات ہوئے، اور اپنے ہاتھوں اپنے بنائے ہوئے محل عالی شان کو نا لڑوشیون کا مصداق بنادیا:۔ "یخربون بیوتھم بأیدیھم وأیدی المومنین فاعتبروا یا أولی الأبصار"۔

یہاں ایک بات اور قابل غور ہے کہ اس نظام کے سقوط سے یورپ کی سمجھ میں یہ بات آگئی ہے کہ عسکری قوت اور مادی وسائل کے اندر اتنا دم خم نہیں ہے، کہ وہ کسی ملک کو گہوارۂ امن اور نمونۂ جنت بنا سکے، جب تک کہ اس نظام اور قوت کے پاس صالح دستور حیات نہ ہو، جس کے آئینہ میں لوگ اپنی زندگی چین و سکون کے ساتھ بسر کرسکیں۔

یہ تاریخ کا ایک عجیب و غریب کرشمہ اور عجوبہ ہے کہ صلیبی یورپ نے اپنے فکر و خیال سے غذا فراہم کرکے اس نئی قوت کو پروان چڑھایا، اسی پر بس نہیں بلکہ یہ اپنے پروپیگنڈہ کے ذریعہ اس کو مزید قوت و توانائی بخش رہا ہے "فالتقطہٗ آل فرعون لیکون لھم عدوًا وحزنًا ہ"

چنانچہ عالمی ذرائع ابلاغ، یوروپین اخبارات اور قائدین یورپ، اسلام اور اسلامی تحریک اور اسلام کی نشر و اشاعت کے بارے میں جو تھوڑی بہت کوشش ہو رہی ہے اس کا ذکر اس کثرت و تواتر کے ساتھ کرتے ہیں کہ جس کا منطقی فائدہ یہ ہو رہا ہے کہ مسلمان اور غیر مسلم سب یہ سمجھ گئے ہیں کہ مسلمان، مضبوط عزم اور قوت کے حامل ہیں، اور اسلام بہت تیزی کے ساتھ اپنے قدم جما رہا ہے۔

یوروپین اخبارات میں کبھی کبھار ایسے مقالات اور رپورٹیں شائع ہوتی ہیں جن سے یہ اندازہ ہوتا ہے کہ خود دیار یورپ میں اسلام کا غلغلہ بلند ہو رہا ہے اور لوگوں کے قلوب اس کی روشن و فروزاں قندیل سے منور ہو رہے ہیں، سرزمین امریکہ میں مسلمانوں کی تعداد میں خاصا اضافہ ہو رہا ہے، (باقی صفحہ ۳۰ پر)

حضرت مولانا سید ابوالحسن علی حسنی ندوی

قادیانیت

اسلام اور نبوتِ محمدیؐ کے خلاف ایک بغاوت

ذیل کے مضمون میں ایسے مسئلہ پر روشنی ڈالی گئی ہے جو ہر مسلمان کی توجہ کا مستحق ہے خواہ وہ کسی ملک میں بستا ہو۔ حال میں کچھ ایسے حالات و واقعات پیش آئے جنھوں نے پڑھے لکھے لوگوں کی توجہ کو قادیانیت کے مسئلہ کی طرف پھیر دیا ان حالات نے مسئلہ قادیانیت کی طرف جس کو لوگ بھولتے جارہے تھے دوبارہ متوجہ کردیا اور بہت سے تعلیم یافتہ اصحاب متعجب ہوکر پوچھنے لگے کہ کیا واقعی یہ مسئلہ اتنا اہم اور اس قدر سنگین ہے کہ مسلمانوں کا مرکز توجہ بن جائے کہ مسئلہ واقعۃً اتنی ہی اہمیت کا مستحق ہے۔

علمی اور تاریخی حیثیت سے یہ بات پایہ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قادیانیت فرنگی سیاست کے بطن سے وجود میں آئی ہے۔ لہٰذا ضروری معلوم ہوا کہ حضرت مولانا مدظلہ کا یہ مضمون لوگ پڑھ لیں جس میں خالص علمی انداز میں مسئلے پر بحث کی گئی ہے۔ اس موضوع پر "قادیانیت مطالعہ و جائزہ" کے نام سے حضرت مولانا مدظلہ کی مستقل کتاب ہے جو اردو عربی انگریزی تینوں زبانوں میں ہے اور مجلس تحقیقات و نشریات اسلام لکھنؤ۔ پوسٹ بکس نمبر ۱۱۹ سے حاصل کی جاسکتی ہے۔

میں اس مقالہ میں ایک ایسے مسئلہ پر گفتگو کرنا چاہتا ہوں جو ہر مسلمان کی توجہ کا مستحق ہے، خواہ وہ کسی ملک میں بستا ہو، اس لیے کہ اس کا تعلق اسلام کے بعض بالکل بنیادی اصولوں سے ہے، اگر مسلمانوں نے اس سے غفلت برتی تو اس کا قوی خطرہ ہے کہ یہ معاملہ ایسی سنگین شکل اختیار کرے کہ پورے عالم اسلامی اور پورے نظام اسلامی کے لیے شدید خطرہ بن جائے، اور پھر اس کی تلافی ممکن نہ ہو۔

حال میں کچھ ایسے حالات و واقعات پیش آئے جنھوں نے پڑھے لکھے لوگوں کی توجہ کو قادیانیت کے مسئلہ کی طرف پھیر دیا۔ ان حالات نے مسئلہ قادیانیت کی طرف جس کو لوگ بھولتے جارہے تھے، دوبارہ متوجہ کردیا، اور بہت سے تعلیم یافتہ اصحاب متعجب ہوکر پوچھنے لگے کہ کیا واقعی یہ مسئلہ اتنا اہم اور اس قدر سنگین ہے کہ مسلمانوں کا مرکز توجہ بن جائے، لیکن کیا کیا جائے مسئلہ اپنی نوعیت کے لحاظ سے واقعۃً اتنی ہی اہمیت کا مستحق ہے!

اسلامی ذہن کا اس طرف متوجہ ہونا بالکل حق بجانب ہے، کیونکہ مسلمانوں کی ہستی اور اسلام کے مستقبل کے لیے حقیقتاً یہ ایک پریشان کن مسئلہ ہے، بہت کم لوگ اس حقیقت سے واقف ہیں کہ مسئلہ کی واقعی اہمیت کیا ہے، اور اسلامی زندگی سے اس کا کس قدر گہرا تعلق ہے، یہ کشمکش کسی فرقہ بندی، تنگ خیالی اور مذہبی عصبیت کا شاخسانہ نہیں ہے، جیسا کہ بعض لوگوں کا گمان ہے، بلکہ خالص اسلامی مصالح اور مسلمانوں کی زندگی کا تقاضہ ہے — آیئے اس کو تاریخی اور علمی حقائق کی روشنی میں دیکھیں۔

علمی اور تاریخی حیثیت سے یہ بات پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے کہ قادیانیت فرنگی سیاست کے بطن سے وجود میں آئی ہے، بصورت یہ ہے کہ انیسویں صدی کے ربع اول میں ہندوستان کے مشہور و معروف مجاہد حضرت سید احمد شہیدؒ (م ۱۲۴۶ھ) نے جو جہاد کی تحریک چلائی، اس سے مسلمانوں میں جہاد اور قربانی کی آگ بھڑک اٹھی، ان کے سینوں میں اسلامی شجاعت اور حوصلہ مندی موجزن ہونے لگی، اور وہ ہزاروں کی تعداد میں سر ہتھیلیوں پر لیے ہوئے اس تحریک کے جھنڈے کے نیچے جمع ہوگئے جس کی سرگرمیاں برطانوی حکومت کے لیے پریشانی اور تشویش کا باعث تھیں، ادھر سوڈان میں شیخ محمد احمد سوڈانی نے جہاد اور مہدویت کا نعرہ بلند کیا، جس سے سوڈان میں برطانیہ کا اقتدار تزلزل میں آگیا، اس کو معلوم تھا کہ یہ چنگاری اگر بھڑک

اٹھی تو پھر قابو میں نہیں آئے گی، اور پھر سید جمال الدین افغانی کی تحریک اتحاد اسلامی کو اس نے پھیلتے اور مسلمانوں میں مقبول ہوتے دیکھا، اس نے ان سب خطرات کو محسوس کیا، اس نے مسلمانوں کے مزاج و طبیعت کا گہرا مطالعہ کیا تھا، اور اس کو معلوم تھا کہ ان کا مزاج دینی مزاج ہے، دین ہی انھیں گرماتا ہے، اور دین ہی انھیں سلا سکتا ہے، لہٰذا مسلمانوں پر قابو پانے کی واحد شکل یہ ہے کہ ان کے عقائد پر اور ان کے دینی میلان اور نفسیات پر قابو پایا جائے، مسلمانوں کے مزاج میں در خور حاصل کرنے کے لیے دین کے سوا کوئی ذریعہ نہیں، اس مقصد کے لیے برطانوی حکومت نے یہ طے کیا کہ مسلمانوں ہی میں سے کسی شخص کو ایک بہت اونچے دینی منصب کے نام سے ابھارا جائے کہ مسلمان عقیدت کے ساتھ اس کے گرد جمع ہو جائیں، اور وہ انھیں حکومت کی وفاداری اور خیر خواہی کا ایسا سبق پڑھائے کہ پھر انگریزوں کو مسلمانوں سے کوئی خطرہ نہ رہے ــــ یہ حربہ تھا جو برطانوی حکومت نے اختیار کیا کیونکہ مسلمانوں کا مزاج بدلنے کے لیے کوئی حربہ اس سے زیادہ کارگر نہیں ہو سکتا تھا ــــ مرزا غلام احمد قادیانی جو ذہنی انتشار کے مریض تھے اور بڑی شدت سے اپنے دل میں یہ خواہش رکھتے تھے کہ وہ ایک نئے دین کے بانی بنیں، ان کے کچھ متبعین اور مومنین ہوں اور تاریخ میں ان کا ویسا ہی نام اور مقام ہو جیسا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ انگریزوں کو اس کام کے لیے موزوں شخص نظر آئے اور گویا انھیں ان کی شخصیت میں ایک ایجنٹ مل گیا جو ان کے اغراض کے لیے مسلمانوں میں کام کرے، چنانچہ انھوں نے بڑی تیزی سے کام شروع کیا پہلے منصب تجدید کا دعویٰ کیا پھر ترقی کر کے امام مہدی بن گئے، کچھ دن اور گذرے تو مسیح موعود ہونے کی بشارت ہو گئی، اور آخر کار نبوت کا تخت بچھا دیا، اور انگریز نے جو چاہا تھا وہ پورا ہو گیا، ان بزرگ نے اپنا پارٹ بڑی خوبی سے ادا کیا، اور انگریز نے بھی اس تحریک کی سرپرستی میں کوئی کمی نہیں کی اس کی حفاظت بھی کی اور ہر طرح کی سہولتیں اس کام میں بہم پہنچائیں، مرزا صاحب نے بھی گورنمنٹ کے ان احسانات کو فراموش نہیں کیا اور ہمیشہ وہ اس بات کے معترف رہے کہ ان کا خود برطانیہ عظمیٰ کا رہین منت ہے، چنانچہ اپنی ایک تحریر[۲] میں خود کو حکومت برطانیہ کا "خود کاشتہ پودہ" قرار دیا ہے، اور ایک جگہ اپنی وفاداریوں اور خدمت گذاریوں کو گناتے ہوئے لکھتے ہیں:۔

"میری عمر کا اکثر حصہ اس سلطنت انگریزی کی تائید اور حمایت میں گذرا ہے، اور میں نے ممانعت جہاد اور انگریزی اطاعت کے بارے میں اس قدر کتابیں لکھی ہیں، اور اشتہار شائع کیے ہیں کہ اگر وہ رسائل کتابیں اکٹھائی جائیں تو پچاس الماریاں ان سے بھر سکتی ہیں، میں نے ایسی کتابوں کو تمام ممالک عرب اور مصر اور شام اور کابل اور روم تک پہنچا دیا ہے"[۳]

ایک دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔

"میں ابتدائی عمر سے اس وقت تک جو قریباً ساٹھ برس کی عمر تک پہنچا ہوں اپنی زبان اور قلم سے اس اہم کام میں مشغول ہوں تاکہ مسلمانوں کے دلوں کو گورنمنٹ انگلشیہ کی سچی محبت اور خیر خواہی اور ہمدردی کی طرف پھیر دوں اور ان کے بعض کم فہموں کے دلوں سے غلط خیال جہاد وغیرہ کے دور کروں جو ان کو دلی صفائی اور مخلصانہ تعلقات سے روکتے ہیں"[۴]

اور اسی کتاب میں آگے چل کر لکھتے ہیں کہ:۔

"اور میں یقین رکھتا ہوں کہ جیسے جیسے میرے مرید بڑھتے جائیں گے، ویسے ویسے مسئلہ جہاد کے معتقد کم ہوتے جائیں گے کیونکہ مجھے مسیح اور مہدی مان لینا ہی مسئلہ جہاد کا انکار کرنا ہے"[۵]

ایک اور جگہ کہتے ہیں کہ:۔

"میں نے بیسیوں کتابیں عربی اور فارسی اور اردو میں اس غرض سے تالیف کی ہیں کہ اس گورنمنٹ محسنہ سے ہرگز جہاد درست نہیں، بلکہ سچے دل سے اطاعت کرنا ہر ایک مسلمان کا فرض ہے، چنانچہ میں نے یہ کتابیں بصرف زر کثیر چھاپ کر بلاد اسلام میں پہنچائی ہیں، اور میں جانتا ہوں کہ ان کتابوں کا بہت سا اثر اس ملک (ہندوستان) پر بھی پڑا ہے، اور جو لوگ میرے ساتھ مریدی کا تعلق رکھتے ہیں، وہ ایک ایسی جماعت تیار ہو جاتی ہے کہ جن کے دل اس گورنمنٹ کی سچی خیر خواہی سے جالب ہیں، ان کی اخلاقی حالت اعلیٰ درجہ پر ہے، اور میں خیال کرتا ہوں کہ وہ تمام اس ملک کے لیے بڑی برکت ہیں، اور گورنمنٹ کے لیے دلی جاں نثار"[۶]

مرزا غلام احمد صاحب کی اس تحریک اور ان کی اس جماعت نے انگریزی حکومت کے لیے بہترین جاسوس اور بڑے سچے دوست اور جاں نثار فراہم کیے، اس گروہ کے بعض چیدہ اشخاص نے ہند اور بیرون ہند میں انگریزی حکومت کی بیش قیمت خدمات انجام دیں اور اس سلسلہ میں جانی قربانی تک سے دریغ نہیں کیا جیسے عبد اللطیف صاحب قادیانی جو افغانستان میں قادیانی مذہب کی تبلیغ اور جہاد کی مخالفت کرتے تھے، ان کو حکومت افغانستان نے قتل کیا کیونکہ ان کی دعوت سے اس بات کا خطرہ تھا کہ افغان قوم کا وہ جذبۂ جہاد اور حوصلۂ جنگ فنا ہو جائے جس کے لیے وہ دنیا بھر میں مشہور ہے ایسے ہی ملا عبد الحلیم قادیانی اور ملا نور علی قادیانی اسی انگریزی حکومت کے لیے افغانستان میں فنا کے گھاٹ اترے کیونکہ ان کے پاس سے حکومت افغانستان کو کچھ ایسے خطوط اور کاغذات دستیاب ہوئے جن سے صاف معلوم ہوتا تھا کہ یہ دونوں برطانوی حکومت کے ایجنٹ ہیں، اور حکومت افغانستان کے خلاف سازش میں مشغول ہیں، جیسا کہ افغانستان کے وزیر داخلہ کے ۱۹۲۵ء کے ایک بیان سے معلوم ہوتا ہے، اور قادیانیوں کے سرکاری اخبار "الفضل" نے اپنی ۳ر مارچ ۱۹۲۵ء کی اشاعت میں اس بیان کو نقل کیا، اور اس قربانی پر بڑے فخریہ انداز میں تبصرہ کیا۔

علیٰ ہٰذا یہ قادیانی جماعت اپنے دورِ آغاز سے اب تک برابر تمام قوم پرور و وطن دوست تحریکات سے کنارہ کش رہی، ہندوستان کی آزادی کی تحریک میں نہ مرزا غلام احمد قادیانی کی زندگی میں اس نے کوئی حصہ لیا اور نہ ان کے بعد! اور صرف یہی نہیں بلکہ انگریزوں کی بودھرا ہٹ میں یورپی قزاقوں کی ٹولی (مستعمرین) کے ہاتھوں عالم اسلامی پر جو مصائب ٹوٹ رہے تھے، وہ ان کے لیے موجب غم نہیں باعث مسرت تھے، انھیں کبھی عام زندگی سے، اسلامی مسائل سے یا ان اسلامی تحریکات سے جو اسلامی حمیت یا سیاسی شعور کا نتیجہ تھیں، کوئی دلچسپی نہیں رہی ان کا کام ہمیشہ مذہبی مباحثے اور موشگافیاں تھیں اور ان کی دلچسپیوں کا دائرہ صرف وفات مسیح، حیات مسیح، نزول مسیح اور نبوت مرزا غلام احمد پر مباحثوں اور مناظروں تک محدود رہا۔

ہندوستان کے علمائے اسلام اور ارباب فکر و نظر نے اس قادیانی فتنہ کو بہت اندیشی کی نگاہ سے دیکھا اور اپنے زبان و قلم اور علم کے ہتھیاروں سے اس فتنہ کے استیصال کی پوری جد و جہد کی، اور ظاہر ہے کہ ایک ایسے سیاسی اقتدار کے دور میں جو خود اس فتنہ کا مربی اور سرپرست ہو اس سے زیادہ کوئی کوشش ممکن نہ تھی، ان مجاہدین اسلام میں سرفہرست ان چار حضرات کے نام ہیں: مولانا محمد حسین بٹالوی، مولانا محمد علی مونگیری (بانی ندوۃ العلماء) مولانا ثناء اللہ امرتسری علامہ انور شاہ کشمیری (شیخ الحدیث دار العلوم دیوبند) رحمہم اللہ تعالیٰ اور اسلامی جماعتوں میں سے سب سے جوش اور سرگرمی سے اس گروہ کے خلاف جنگ کرنے والی جماعت مجلس احرار اسلام رہی جس کے قائد اور روح رواں سید عطاء اللہ شاہ بخاری مرحوم تھے۔

اس زمرہ میں اسلام کے مایۂ ناز مفکر ڈاکٹر محمد اقبال بھی ہیں، جنھوں نے اپنی بعض تصانیف میں صاف صاف لکھا کہ قادیانیت نبوت محمدی کے خلاف ایک بغاوت ہے! اسلام کے خلاف ایک سازش ہے! یا ایک مستقل دین ہے! اس کے ماننے والے ایک الگ امت ہیں، اور یہ امت عظیم امت اسلامی کا ہرگز جزو نہیں ہے! اور یہ ظاہر ہے کہ اقبال کوئی "دقیانوسی مولوی" نہ تھے، ان کا شمار دنیائے اسلام کے نہایت بلند پایہ تعلیم یافتہ اور روشن خیال افراد میں تھا، اور وہ اتحاد اسلامی کے ان اول درجہ کے داعیوں میں سے تھے، جن کی دعوت کا دلین اصول بے تعصبی اور رواداری ہے، لیکن چونکہ وہ مرزا غلام احمد کو بہت قریب سے جانتے تھے اور ان کے مذہب اور ان کے مقاصد و اسرار سے پوری واقفیت رکھتے تھے، اس لیے وہ بھی اس فتنہ کے ساتھ سخت رویہ اختیار کرنے پر مجبور ہوئے، اور وہ پہلے شخص تھے، جس نے قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ ایک غیر مسلم اقلیت قرار دینے کا خیال پیش کیا، یہاں ہم ان کے مقالات اور خطبات کے بعض اقتباسات پیش کرتے ہیں:۔

علامہ مرحوم نے ہندوستان کے مشہور انگریزی اخبار "اسٹیٹس مین" کو جس نے ایک بار اس مسئلہ کو اٹھایا تھا ایک مراسلہ بھیجا کہ "قادیانیت حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کے متوازی ایک علاحدہ نبوت پر ایک نئے گروہ کی بنیاد رکھنے کی منظم کوشش کا نام ہے"[۷] اور اسی زمانہ میں جب ہندوستان کے نامور لیڈر اور سابق وزیر اعظم پنڈت جواہر لال نہرو نے یہ سوال کیا کہ مسلمان قادیانیوں کو اسلام سے جدا کرنے پر آخر کیوں اصرار کرتے ہیں، جب کہ قادیانی بھی مسلمانوں کے بہت سے فرقوں کی طرح انھی کا ایک فرقہ ہیں؟ تو علامہ مرحوم ہی نے ان کو جواب دیتے ہوئے کہا ہم اس بات پر اس لیے مصر ہیں کہ قادیانی تحریک نبی عربی (صلی اللہ علیہ وسلم) کی امت میں سے نبی ہندی کی امت کو تراشنے کی کوشش کر رہی ہے" اور کہا کہ "ہندوستان میں اسلام کی حیات اجتماعیہ کے لیے یہ تحریک اس سے بھی زیادہ خطرناک ہے جتنی یہودی نظام حیات کے لیے یہود کے ایک باغی فلسفی "اسپینوزا" SPINOZA کے عقائد ہو سکتے تھے"۔

اللہ تعالیٰ نے عقیدۂ ختم نبوت کی اہمیت کے لیے ڈاکٹر اقبال مرحوم کا سینہ کھول دیا تھا، اور وہ اس حقیقت سے کماحقہ آشنا تھے کہ یہ عقیدہ ہی اسلام کی حیات اجتماعی اور امت کی شیرازہ بندی کا واحد محافظ ہے، اور اسی

عقیدہ سے بغاوت کسی حال میں رعایت کی مستحق نہیں ہے، کیونکہ یہ بغاوت قصر اسلامی کی بنیاد پر تیشہ چلانے کے مرادف ہے، اوپر کی سطروں میں "اسٹیٹس مین" کے جس مراسلہ کا ذکر کیا گیا ہے اسی میں لکھتے ہیں کہ:۔

"یہ عقیدہ کہ حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم خاتم النبیین ہیں، تنہا یہی وہ عامل (FAC-TOR) ہے جو اسلام اور ان ادیان کے درمیان ایک مکمل سرحدی خط (LINE OF DE-MARCATIN) کھینچتا ہے، جو توحید میں مسلمانوں کے ہم عقیدہ ہیں، اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی نبوت کو بھی تسلیم کرتے ہیں، لیکن وحی و نبوت کا سلسلہ ختم ہونے کے قائل نہیں ہیں، جیسے کہ ہندوستان میں برہمو سماج، اور یہی وہ چیز ہے جسے دیکھ کر کسی گروہ پر داخل اسلام یا خارج اسلام ہونے کا حکم لگایا جا سکتا ہے، میں تاریخ میں کسی ایسے مسلمان گروہ کا نام نہیں جانتا، جس نے اس خط کو پھاند جانے کی جرأت کی ہو، ایران کے فرقۂ بہائیہ نے ضرور عقیدۂ ختم نبوت کا انکار کیا، لیکن انھوں نے صاف صاف یہ بھی اعلان کیا کہ وہ ایک الگ جماعت ہیں، جو عرف عام کے اعتبار سے مسلمان نہیں۔

بیشک ہمارا عقیدہ ہے کہ اسلام اللہ تعالیٰ کی طرف سے آیا ہوا دین ہے، لیکن اس کا قیام بحیثیت ایک سوسائٹی یا بحیثیت ایک امت سراسر حضرت محمدؐ کی شخصیت پر موقوف ہے، اس لیے قادیانیوں کے سامنے بس دو ہی راستے ہیں، یا تو وہ بہائیوں کی تقلید کریں اور خود کو مسلمانوں سے جدا کریں یا ختم نبوت کی انوکھی تفسیر سے دست بردار ہو جائیں ورنہ ان کی یہ سیاسی ڈھب کی تاویلات ان کے دل کے اس چور کی غمازی کر رہی ہیں کہ یہ لوگ صرف ان فوائد کے لالچ میں مسلمانوں کے دائرے میں گھسے رہنا چاہتے ہیں، جو فوائد مسلمان سے وابستہ ہیں، کیونکہ اس کے بغیر ان فوائد اور منافع میں انھیں کوئی حصہ نہیں مل سکتا۔"

موصوف ایک دوسرے موقع پر لکھتے ہیں کہ:۔

"ہر وہ گروہ جو معروف و مصطلح اسلام سے انحراف کرے اور اس کا دینی فکر و مزاج ایک نئی نبوت کی بنیاد پر استوار ہو اور وہ ان تمام مسلمانوں کی صاف صاف تکفیر کرتا ہو جو اس نئی خانہ ساز نبوت کی تصدیق نہ کریں وہ گروہ اسلام کی سالمیت کے لیے بہت بڑا خطرہ ہے، اور مسلمانوں کو اس پر سختی سے نظر رکھنی چاہیے اسلامی معاشرہ کی وحدت صرف عقیدۂ ختم نبوت پر منحصر ہے۔"

یہ تھا اقبال جیسے روشن خیال فاضل کا رویہ قادیانیت کے بارے میں، لیکن وقت گذرتا رہا، قادیانی اپنے کام میں مشغول رہے، فتنے اٹھاتے رہے، مناظرے کرتے رہے، شکوک و شبہات کا روگ لگاتے رہے اور انگریزی سیاست کی خدمت کرتے رہے، ان کا مرکز ضلع گورداس پور (پنجاب) کا ایک قصبہ قادیان تھا، انگریز کے سایۂ عاطفت میں وہ اپنا کام کر رہے تھے، لیکن یہ بات کبھی ان کے خواب و خیال میں بھی نہ آئی تھی کہ کسی وقت کوئی بڑی سیاسی قوت بھی ان کے قبضہ میں آجائے گی اور کوئی ایسی بنی بنائی مملکت ہاتھ آجائے گی جس میں ان کو اقتدار اعلیٰ حاصل ہوگا، کیونکہ اوّلاً تو انھوں نے ملک کی سیاسی جدوجہد اور جنگ آزادی میں کوئی حصہ نہیں لیا تھا، اور دوسرے یہ کہ ان کی تعداد بہت تھوڑی اور مسلمانوں کی غیر معمولی کثرت سے دبی ہوئی تھی، لیکن ۱۹۴۷ء میں یکایک مملکت پاکستان کی داغ بیل پڑ گئی، اور یہ چیز جس کا تصور بھی قادیانی اپنے حالات کے پیش نظر نہیں کر سکتے تھے، بغیر ایک قطرۂ خون گرائے انھیں مل گئی۔ یعنی حکومت و اقتدار پر وہ اثر و نفوذ جو ان کو پاکستان کی نوخیز مملکت میں حاصل ہوا۔

مرزا غلام احمد اور ان کے رفقاء نے تصریح کی ہے کہ جو مسلمان اس نئے دین پر ایمان نہیں رکھتے وہ کافر ہیں، ان کے پیچھے نماز جائز نہیں، ان کو لڑکی دینا جائز نہیں، الغرض ان کے ساتھ کفار کا سا معاملہ کرنا چاہیے، مرزا بشیر الدین محمود فرزند مرزا غلام احمد صاحب اپنی کتاب "آئینۂ صداقت" میں لکھتے ہیں:۔

"کل مسلمان جو حضرت مسیح موعود کی بیعت میں شامل نہیں ہوئے، خواہ انھوں نے حضرت مسیح موعود کا نام بھی نہیں سنا وہ کافر اور دائرۂ اسلام سے خارج ہیں[۵]۔"

مرزا بشیر الدین صاحب ایک عدالت کے سامنے اپنے بیان میں کہتے ہیں:۔

"ہم چونکہ مرزا صاحب کو نبی مانتے ہیں، اور غیر احمدی آپ کو نبی نہیں مانتے، اس لیے قرآن کریم کی تعلیم کے مطابق کہ کسی ایک نبی کا انکار بھی کفر ہے، غیر احمدی کافر ہیں[۶]۔"

ایک تقریر میں اپنے اور مسلمانوں کے اختلافات کے سلسلے میں مرزا صاحب کا یہ قول نقل فرماتے ہیں کہ:۔

"اللہ تعالیٰ کی ذات اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم، قرآن، نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ غرض ایک ایک چیز میں ہمیں ان سے اختلاف ہے[۷]۔"

اور حد یہ ہے کہ پاکستان کے قائد اعظم مسٹر محمد علی جناح کا انتقال ہوا تو اپنے عقیدہ کی بنا پر سر ظفر اللہ خاں نے ان کی نماز جنازہ نہیں پڑھی۔

یہ تھے وہ اسباب جنھوں نے مسلم رہنماؤں کو ایک گہرے فکر میں ڈبو دیا، اور انھوں نے دیکھا کہ قصر اسلامی کو اندر ہی اندر ایک گھن لگ رہا ہے، اور ہدایت ربانی۔

"یاایھا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا ودوا ما عنتم قد بدت البغضاء من افواھھم وما تخفی صدورھم اکبر۔" (آل عمران۔۱۱۸)

اے ایمان والو! مت بناؤ بھیدی اپنے غیر میں سے وہ کمی نہیں کرتے ہیں، تمہاری خرابی میں، ان کی خوشی ہے تم جس قدر تکلیف پاؤ نکل پڑتی ہے دشمنی ان کی زبان سے، اور جو چھپا ہے ان کے جی میں سو اس سے بھی سوا ہے۔

کے بالکل خلاف ہو رہا ہے، تب انھوں نے کہا کہ اس مشکل کا حل صرف یہ ہے کہ قادیانیوں کو مسلمانوں سے الگ کر دیا جائے، یہ بعینہٖ وہی تجویز تھی جو سب سے پہلے ڈاکٹر محمد اقبال نے پیش کی تھی اور اپنے خطبات و مقالات میں بہت شدت و قوت کے ساتھ اسی کی دعوت دیتے رہے تھے، انھوں نے صراحت کے ساتھ کہا کہ "قادیانیت اسلام سے اس سے کہیں زیادہ مغائر ہے، جتنے کہ سکھ ہندوؤں سے، لیکن انگریزی حکومت نے سکھوں کو غیر ہندو اقلیت قرار دیا حالانکہ ان دونوں میں بہت سے معاشرتی، مذہبی اور تہذیبی تعلقات قائم ہیں، وہ آپس میں شادی بیاہ تک کرتے ہیں، جبکہ قادیانیت مسلمانوں سے مناکحت معاشرت کو قادیانیوں کے لیے حرام ٹھہراتی ہے، اور اس کے بانی نے مسلمانوں سے ہر قسم کے تعلقات کو بیکار کرنا جائز قرار دے دیا ہے کہ مسلمانوں کی مثال خراب شدہ دودھ کی ہے، جبکہ ہم تازہ دودھ کی مانند ہیں۔

(باقی آئندہ)

حواشی

۱ اس شخص میں تین ایسی چیزیں بیک وقت جمع تھیں جنھیں دیکھ کر ایک مؤرخ یہ فیصلہ نہیں کر پاتا کہ ان میں اہم ترین اور حقیقی سبب کسے قرار دیا جائے جس نے اس شخص سے یہ ساری حرکات سرزد کرائیں۔

۱۔ دینی رہنمائی کے منصب پر پہنچا جائے، اور نبوت کے نام سے پورے عالم اسلامی پر چھایا جائے۔

۲۔ وہ مالیخولیا جس کے بار بار تذکرہ سے اس کی اور اس کے متعلق اس کے ماننے والوں کی کتابیں بھری ہوئی ہیں۔

۳۔ مبہم اور غیر واضح قسم کے سیاسی اغراض و مفادات اور سرکار انگریزی کی خدمت گذاری اور نمک حلال۔

۲ عرض بحضور گورنر پنجاب بتاریخ ۲۴ر فروری ۱۸۹۸ء اور تفصیل کے لیے دیکھیے میر قاسم علی کی کتاب "تبلیغ و رسالت" کی ساتویں جلد۔ ۳ تریاق القلوب از مرزا قادیانی۔ ۴ ضمیمہ شہادت القرآن از مرزا طبع ششم ص۱۰۔ ۵ ایضاً ص۱۷۔

۶ عریضہ بجالی خدمت عالیہ انگریزی منجانب مرزا غلام احمد۔

۷ یاد رہے کہ بانیٔ قادیانیت اور علامہ موصوف دونوں پنجاب ہی کے رہنے والے تھے۔ ۸ اسٹیٹس مین ۱۰ر جون ۱۹۳۵ء

۹ ہندوستان کے وطن پرست لیڈر عام طور پر قادیانیت کو پسند کرتے ہیں، کیونکہ یہ اگر پھیلے گی تو ہندوستان کی عظمت و تقدس میں اضافہ ہوگا، اور مسلمان اپنا رخ حجاز سے پھیر کر ہندوستان کو اپنا قبلہ اور اپنا روحانی مرکز قرار دے لیں گے۔ جیسا کہ ان لیڈروں کا خیال ہے۔ اس سے مسلمانوں کے دلوں میں وطن پرستی کی جڑیں مضبوط ہو جائیں گی، جن دنوں پاکستان میں قادیانیت دشمن تحریک چل رہی تھی، بعض ہندو اخبارات کو قادیانیوں کے ساتھ بڑی ہمدردی تھی، ان اخبارات نے قادیانیوں کی تائید میں مضامین شائع کیے، اپنے پڑھنے والوں کو جمہور مسلمانوں کے مقابلہ میں قادیانیوں کا مؤید اور ہمنوا بنانے کی کوشش کی اور یہاں تک لکھ گئے کہ پاکستان میں قادیانیوں اور مسلمانوں کی یہ کشمکش دراصل عربی نبوت اور ہندی نبوت کی کشمکش ہے، اور ان دو مختلف نبوتوں کے پیروؤں کی کشمکش ہے۔ ۱۰ ص۳۵۔

۱۱ بیان مندرجہ اخبار "الفضل" ص۲۶/۲۹ جون ۱۹۲۲ء۔

۱۲ الفضل ۳۰ر جون ۱۹۳۱ء۔

آپ کی خدمت میں جدید و دلکش
سونے چاندی کے زیورات کے لیے
ہمارا نیا شوروم
گہنہ پیلس
حاجی عبدالرؤف خاں، حاجی محمد فہیم خاں، محمد معروف خاں
ایک مینارہ مسجد کے سامنے اکبری گیٹ چوک لکھنؤ
267910
فون نمبر۔ ۲۶۷۹۱۰

منیٰ کا حادثہ اور ہماری ذمہ داریاں

نذرالحفیظ ندوی ازہری

منیٰ میں رمی جمرات کے موقع پر حجاج کرام کی ایک تعداد کے کچل کر ہلاک ہو جانے کا جو حادثہ رونما ہوا اس کے دو پہلو ہیں، ایک تو یہ کہ یہ حضرات شہادت کے خلعت سے سرفراز ہوئے اور بہترین حالت میں ان کو موت آئی جو قابل رشک ہے، ہر زمانے میں عشاق نے حرمین شریفین اور مقامات مقدسہ میں مرنے کی دعائیں کی ہیں ؎

تمنا ہے درختوں پر ترے روضے کے جا بیٹھے
قفس جس وقت ٹوٹے طائر روح مقید کا

بہت سے محبین و صادقین و مخلصین کی یہ تمنا اللہ تعالیٰ پوری بھی کر دیتا ہے، اس لیے دینی نقطۂ نظر سے (اور یہی ہر مومن کا نقطۂ نظر ہوتا ہے) یہ واقعہ ہمارے لیے باعث افسوس نہیں اور نہ ہی باعث صدمہ و تعزیت، کہ موت کا ایک دن معین ہے اور کسی کو نہیں معلوم کہ (وما تدری نفس بأی أرض تموت) کہاں یہ موت آ جائے گی۔ اگر حرم پاک کی سرزمین پر ہمارے لیے یہ طے ہو گیا ہے کہ اپنے رب سے ملیں گے تو یہ خوش نصیبی کی بات ہے۔

دوسرا پہلو اس حادثے کا افسوسناک ہے لیکن اس کے لیے ہم مسلمان ہی اصلاً ذمہ دار ہیں اور وہ ہے عالمی سطح پر ہم مسلمانوں میں پائی جانے والی وہ عام بیماریاں جنھیں "سلیقگی، بے شعوری، وحدت کی کمی، اجتماعیت کی کمی، دین کی بنیادی باتوں سے ناواقفیت، دین سے دوری، بات نہ ماننے اور نظام پر نہ چلنے کی عادت" سے ہم تعبیر کرتے ہیں [1]۔ اگر سعودی عرب کے حکام کو حج کے انتظامات کا وسیع تجربہ نہ ہوتا، حرمین شریفین کو تمام دنیا کے مسلمانوں کے لیے چوپٹ کھول دینے، مقامات مقدسہ کی توسیع پر اربوں ڈالر بے دریغ خرچ کرنے کا مخلصانہ جذبہ نہ ہوتا اور حج کے وسیع انتظامات پر پانی کی طرح پیسے صرف کرنے کا غیر معمولی ولولہ اور حرمین شریفین کی تولیت و حفاظت کو خدا کا انعام قرار دینے کا احساس و شعور نہ ہوتا تو اس سے زیادہ بدترین حادثے ہوتے، جیسا کہ ہم اپنے ملک میں روزمرہ دیکھتے رہتے ہیں۔ صرف اس مہینہ مئی کی بیس تاریخ تک ٹریفک کے صرف آٹھ حادثوں میں ایک ہزار آدمی موت کے منہ میں چلے گئے۔

مغربی میڈیا کی طرح ہمارے ملک کے ذرائع ابلاغ نے بھی ایران کے نقش قدم پر گندے پانی میں شکار کھیلنے کی مذموم کوشش کی، لیکن اسے بری طرح ناکامی کا منہ دیکھنا پڑا۔ ویسے بھی مغربی میڈیا ہمیشہ صفائی اسپیکر کا رول ادا کرتا ہے، رائی کا پربت بنانا، موہوم اور معدوم چیزوں کو وجود میں لانا، اپنی آنکھ کا شہتیر نظر نہ آنا یہ تو اس میڈیا کی بنیادی خصوصیات ہیں لیکن اس سے بھی بڑھ کر حسد کی وہ زبردست آگ ہے جو اندر ہی اندر اسلام کے علاوہ ان تمام مذاہب کو جلا رہی ہے جو اپنی روح اور زندگی و توانائی سے محروم ہو چکے ہیں اور اپنے کاندھوں پر بے جان لاش اٹھائے پھر رہے ہیں۔ حیرت و تعجب تو ہمارے ملک کے اخبارات کے تیکھے تبصروں پر ہوتا ہے اور اس ملک میں جس کے ایک کنبھ میلے میں خود ان اخبارات کے مطابق دو سو آدمی غرق دریا، ایک سو دو بچے گمشدہ کی فہرست میں، دو سو عورتوں کی عصمت دری اور اغوا، اور چھیاسٹھ قتل کے واقعات پیش آئے۔

ع دامن کو ذرا دیکھ ذرا بند قبا دیکھ

اگر حرمین شریفین کے کسی حادثے پر مغربی ممالک ہنگامے کرتے ہیں تو ہمیں تعجب نہیں ہوتا کہ دشمنوں کا کام ہی یہی ہے۔ حیرت ایران پر ہوتی ہے جس کی پالیسی خمینی کی آمد کے بعد سے بغیر سر پیر کے ہو کر رہ گئی ہے، عراق کو کچلنے کے لئے ایران نے مسلمانوں کے دو بڑے دشمنوں اسرائیل اور امریکہ سے اسلحہ کی مدد لی اور اس بات پر اصرار کیا کہ حرم مکی میں "مرگ بر امریکہ" کا نعرہ لگایا جائے۔ دوسری طرف ایران کی اعلیٰ ظرفی اور کشادہ قلبی کا عالم یہ ہے کہ تہران جیسے مرکزی شہر میں آج تک کسی سنی مسجد کی تعمیر کی اجازت اس نے نہیں دی، اس سے بڑھ کر عبادان میں (جہاں سنیوں کی خاصی بڑی تعداد رہتی ہے) مسجد اور مدرسہ قائم کرنے کی اجازت نہیں، اور نہ ہی ان کو اپنے عقائد کے مطابق تعلیم دینے کی آزادی ہے۔ اپنے داخلی معاملات میں جب ایران اپنی اقلیت کو مذہبی آزادی دینے پر تیار نہیں تو دوسرے کے معاملات میں اس کو مداخلت کا کیا حق ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ اس کی کوئی ضمانت نہیں کہ بین الاقوامی تولیت میں دینے سے حوادث نہیں ہوں گے۔

جو لوگ حجاز کی تاریخ، وہاں کے مختلف قبائل

عالم عربی و اسلامی میں موجود مختلف دینی جماعتوں اور گروہوں پر نظر رکھتے ہیں وہ اس بات سے بخوبی واقف ہیں کہ اس وقت سعودی خاندان سے بہتر دینی و اخلاقی اور سیاسی و انتظامی نقطۂ نظر سے اور کوئی بدل نہیں ہے، ایسا خاندان جس کی اپنی دینی و سیاسی تاریخ رہی ہے، دین خالص اور توحید خالص کی ایک بڑی دعوت و تحریک کے ساتھ اس کی عملی وابستگی رہ چکی ہے، جن غیر معمولی صلاحیتوں سے اللہ تعالیٰ نے اس خاندان کو نوازا ہے وہ عالم عربی و اسلامی کے وسیع و عریض خطے میں کسی اور خاندان کے اندر بظاہر موجود نہیں۔ والغیب عند اللہ۔ عقیدۂ توحید سے اس خاندان کی غیر معمولی وابستگی اور عشق ہی نے حجاز کے چپے چپے سے شرک و بدعات کے تمام مظاہر ختم کرنے میں اس کی رہنمائی و مدد کی ہے، پھر اللہ تعالیٰ نے جب سیال سونے کی دولت سے مالا مال کیا تو اس دولت کو عرب قومیت و اشتراکیت کے پروپیگنڈے پر خرچ کرنے کے بجائے اس نے حرمین شریفین کی توسیع، اور مخلوق خدا کو عموماً اور اپنی رعیت کو خصوصاً اس دولت سے فائدہ پہنچانے بلکہ ساری دنیا میں مساجد و مدارس اور دینی بیداری پر اس نے یہ رقم صرف کی، اس کا اعتراف نہ کرنا ناشکری و ناسپاسی ہوگی۔ سعودی خاندان حرمین شریفین کی توسیع اور حج کے انتظامات پر کس طرح بے دریغ روپیہ صرف کرتا ہے اس کا اندازہ اس وقت ہوا جب حرم مدنی کی توسیع کے منصوبے کے متعلق ایک شخص نے سوال کیا کہ اس منصوبے پر کتنا بجٹ مخصوص ہے تو اپنی نوعیت کا یہ انوکھا جواب ملا کہ شاہ فہد سے پہلے اور ان کے عہد میں بھی تمام حکمرانوں کی پالیسی یہ رہی ہے کہ اس بجٹ کو کھلا رکھا جائے اور جتنی ضرورت ہو اس مد پر رقم صرف کی جائے۔ واقعہ بھی یہی ہے کہ جس عالی حوصلگی اور شاہانہ انداز سے حرمین شریفین کی توسیع ہوئی ہے اور برابر ہو رہی ہے دنیا کا کوئی مذہب اس کی مثال نہیں پیش کر سکتا، اور صرف حرمین شریفین کی توسیع ہی نہیں اپنی مملکت کو اکیسویں صدی کی ٹکنالوجی سے آراستہ کرنے اور معیار زندگی کو بلند کرنے اور پوری مملکت کو صنعت و زراعت میں خود کفیل بنانے کے لیے جو کوششیں اس خاندان کی ہیں اور دنیا کے کروڑوں مسلمان اور لاکھوں غیر مسلموں کو جو خوشحالی اس کے ذریعہ ملی ہے اس کا بھی جواب نہیں [2]۔

اس موقع پر ہم عازمین حج اور سعودی حکام سے کچھ باتیں عرض کرنا چاہتے ہیں:۔

پہلی بنیادی بات تو ان حضرات سے کہنی ہے جو حج کے لیے جانے کا نیک ارادہ رکھتے ہیں کہ حج ایک ایسی عبادت ہے جس میں بڑی نزاکتیں اور قدم قدم پر خطرات و آزمائشیں ہیں۔ ذرا سی بے احتیاطی سے لاکھوں روپے برباد اور ساری محنت اور کیے کرائے پر پانی پھر جاتا ہے۔ حج پر جانے سے مہینوں پہلے اپنے کو ذہنی و جذباتی طور پر اس عظیم عبادت کے لیے تیار کیجیے، اور ہوش و شعور کے ساتھ یہ سفر کیجیے، حج کے سفرنامے پڑھیے، حج سے متعلق مسائل کو ذہن میں بٹھانے کی کوشش کیجیے، ہو سکے تو کسی دینی جماعت کے سرگرم داعیوں اور کارکنوں کے ساتھ ہو جائیے اور حج کے قواعد و قوانین پر عمل کیجیے۔

جو حضرات حج کے فریضہ سے فارغ ہو چکے ہیں وہ نفلی حج سے اجتناب کریں، ان کاموں پر یہ رقم کیوں نہ صرف کریں جو فرائض کے درجہ میں ہیں۔ اس موضوع پر ٹھنڈے دل سے غور کرنے کی ضرورت ہے۔

سعودی حکام سے یہ کہنا ہے کہ ٹریفک کے نظام کو مزید بہتر بنانے کے لیے اپنی جد و جہد جاری رکھیں [3]، ہو سکے تو ہر ملک کی حج کمیٹیوں پر زور دیں کہ وہ اپنے ملک کے حاجیوں کو تعداد کے اعتبار سے دس پندرہ گروپوں میں تقسیم کر دیں، اور قربانی و رمی جمرات کی ادائیگی کے لیے وقت الاٹ کر دیں، ہر ملک کے باشندے اپنے پرچم کے تلے یہ مناسک ادا کریں، رمی جمرہ کی جگہ کو چاروں طرف سے اس طرح گرل سے گھیر دیا جائے کہ کوئی شخص وہاں جا کر جوتے چپل نہ مار سکے اور نہ اس پر چڑھ سکے، یک طرفہ ٹریفک کے اصول پر سختی سے عمل کرایا جائے، نیز اردو، عربی، انگریزی، بنگالی، ترکی، انڈونیشی زبانوں میں ترجمہ وقفہ وقفہ سے اعلانات کرتے رہیں۔

ایک درخواست سعودی وزارت اطلاعات سے ہماری یہ ہے کہ حج پر ویڈیو فلم بڑے پیمانے پر ہر زبان میں تیار کر کے تقسیم کیا جائے۔ حج کی تیاری میں اس سے بھی مدد ملے گی۔ اسی کے ساتھ یہ درخواست ہر ملک میں موجود سعودی سفارت خانوں سے ہے کہ مغربی میڈیا کی پھیلائی ہوئی غلط فہمی کے ازالے کے لیے فوری طور پر صحیح اور مستند معلومات اسلامی صحافت کو مہیا کی جائیں، تاکہ ان کی بنیاد پر خبریں اور تبصرے لکھے جا سکیں۔

---

[1] آج سے چودہ سال قبل ۱۳۹۸ھ میں حضرت مولانا سید ابوالحسن علی ندوی نے مناسک سے واپسی پر اپنے مشاہدات و تاثرات بیان کرتے ہوئے مندرجہ بالا تجزیہ کیا تھا۔

[2] بعض باتیں [illegible]

[3] دو سال قبل سعودی حکومت نے حجاج کی زیادہ ٹریفک [illegible] بر طرف کر دیا تھا [illegible] وقت پر عرفات نہ پہنچ سکیں اور یہ لوگ حج سے محروم رہ گئے۔

سوال و جواب

محمد طارق ندوی

س:۔ نماز فجر میں دو رکعت سنت سے قبل بھی کوئی نماز خواہ سنت یا نفل پڑھ سکتے ہیں ہکیا یہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ثابت ہے کچھ لوگ قضاء عمری ادا کرنے کا جواز پیش کرتے ہیں کیا یہ درست ہے؟

ج:۔ صورت مسئولہ میں فجر کا وقت آنے کے بعد صرف دو رکعتیں سنت فجر کی پڑھے گا اس سے قبل یا بعد میں سنت و نفل نہیں پڑھے گا، اس کا ثبوت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے نہیں ملتا کہ ان دو سنتوں کے علاوہ آپ نے دیگر نوافل پڑھے ہوں البتہ قضاء عمری مذکور وقت میں پڑھ سکتے ہیں۔

س:۔ ایک شخص اپنی لڑکی کی شادی میں کچھ لوگوں کو کھانے کے لیے مدعو کرتا ہے تو مدعوین کا اس میں شریک ہونا کیسا ہے؟

ج:۔ اگر دعوت میں اسراف اور تقریب میں منکرات نہیں ہیں تو شرکت درست ہے۔

س:۔ شادی میں لڑکی کے یہاں بارات لے جانا کیسا ہے؟

ج:۔ آج کل بارات کی جو مروج شکل ہے جس میں کثیر تعداد میں لڑکی والوں کی عدم رضا مندی کے باوجود باراتی جاتے ہیں درست نہیں ہے البتہ اگر بارات گانے بجانے اور دیگر فضولیات و رسومات سے پاک ہو اور اتنی تعداد جس پر فریقین بخوشی راضی ہوں تو اس کی گنجائش ہے۔

س:۔ ایک شخص ٹرین پر ملازمت کرتا ہے ہفتوں اور مہینوں گھر نہیں جاتا، وہ ٹرین لکھنؤ حیدرآباد آتی جاتی ہے، کیا ایسا شخص مسافر قرار پائے گا یا مقیم۔ ایسے شخص پر رمضان کے روزے واجب ہیں یا قضا کرسکتا ہے؟

ج:۔ مذکور شخص جب تک گھر سے باہر رہے گا اور سفر کرتا رہے وہ شرعاً مسافر ہوگا اور نماز میں قصر کرے گا، اور رمضان کے روزوں کو اس دوران چھوڑ کر بعد میں قضا کرسکتا ہے دوران سفر اگر کسی جگہ پندرہ یوم کے قیام کی نیت سے ٹھہرا تو پوری نماز پڑھے گا اور روزے بھی رکھے گا۔

س:۔ عصر کی نماز میں ایک مرتبہ زور سے الحمد للہ رب العالمین پڑھ گئے اور سجدۂ سہو نہیں کیا۔ کیا نماز ہوگئی؟

ج:۔ صرف الحمد للہ رب العالمین زور سے پڑھنے سے نماز ہوگئی سجدۂ سہو کی ضرورت نہیں ہے۔

س:۔ کیا خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم نہ کھانی چاہیے؟

ج:۔ ہاں! یہ صحیح ہے کہ خدا تعالیٰ کے علاوہ کسی کی قسم نہ کھانی چاہیے حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے "فإذا حلف احدكم فليحلف بالله أو ليصمت"۔

(ترمذی ابواب النذور)

کہ تم میں سے جب کوئی قسم کھائے تو خدا کی قسم کھائے یا خاموش رہے۔

س:۔ کیا اذان کا جواب دینا واجب ہے؟

ج:۔ اذان کا جواب دینا عملاً واجب ہے اور قولاً مستحب ہے۔

س:۔ بعض حضرات گوتم بدھ کو پیغمبروں میں شمار کرتے ہیں یہ کہاں تک درست ہے؟

ج:۔ قرآن و حدیث میں کہیں اس کا ذکر نہیں ہے اس لیے قطعیت کے ساتھ کچھ نہیں کہا جاسکتا ہے، شرعی حکم یہ ہے کہ جن انبیاء کرام کے اسمائے گرامی قرآن مجید میں ذکر کیے گئے ہیں ان پر تو تفصیلاً قطعی ایمان رکھنا ضروری ہے اور باقی حضرات پر اجمالاً ایمان رکھا جائے کہ اللہ تعالیٰ شانہ نے بندوں کی ہدایت کے لیے جتنے انبیاء کرام مبعوث فرمائے ہم سب پر ایمان رکھتے ہیں۔

س:۔ عاق کسے کہتے ہیں اور اس کا شرعی حکم کیا ہے؟

ج:۔ عرف میں عاق کا مطلب یہ ہے کہ کوئی شخص ناراضگی کی وجہ سے اپنی اولاد کو لاوارث قرار دے اور اپنی جائداد سے بے تعلق کردے، شریعت مطہرہ میں اس کا کوئی اعتبار نہیں ہے، وارث وراثت کے حقدار ہوں گے۔

س:۔ نماز جنازہ کے بعد میت کی شکل دیکھنا کیسا ہے؟

ج:۔ نماز جنازہ کے بعد میت کی شکل دیکھنے کی رسم لازم الترک ہے البتہ اگر کوئی عزیز دور دراز سے نماز جنازہ کے بعد آئے تو دیکھنے کی گنجائش ہے۔

گیان واپی

ایک تاریخی جائزہ

بنارس اور اس کی ایک قدیم جامع مسجد

(دوسری و آخری قسط)

مولانا محمد خالد ندوی

شہنشاہ اکبر کا زمانہ

اکبر بادشاہ کا زمانہ جب شروع ہوا تو اس مسجد کی تعمیر تقریباً سوا سو برس گزر چکے تھے اور اس مسجد کی حیثیت بنارس کی جامع مسجد کی تھی دور دراز سے لوگ نماز کے لئے یہاں آتے تھے اس کے ساتھ ساتھ یہ مسجد اکبر کے دین الٰہی کا مرکز بن گئی تھی، اسی زمانہ کا ایک تاریخی واقعہ ہے جس کو کم و بیش اس موضوع پر لکھنے والے سارے ہی اہل قلم نے تحریر کیا ہے جس سے اس کا ثبوت ملتا ہے کہ یہ جامع مسجد اکبر کے زمانہ میں تعمیر شدہ تھی اور آباد تھی اس کی تفصیل اس دور کے ایک مشہور بزرگ شیخ ارشد جونپوری متوفی ۱۱۱۳ھ کی زبانی سنئے جو عالمگیر کے دور حکومت میں تھے۔ وہ یوں رقمطراز ہیں۔

"شاہ صاحب (طیب بنارسی متوفی ۱۰۴۲ھ خلیفہ مجاز مولانا عبد الحق محدث دہلوی ۱۰۵۲ھ) شہر کی جامع مسجد گیان باپی میں نماز جمعہ ادا کیا کرتے تھے۔ ایک بار جب خطیب نے خطبہ میں شہنشاہ اکبر کا نام لیا تو اس کا نام سنتے ہی شاہ صاحب کو جلال آگیا، آگے بڑھکر خطیب کو منبر سے کھینچ لیا اور فرمایا خطبہ میں کافر کا نام لیتا ہے؟ اتفاق سے شاہ صاحب کے ہمراہ اس وقت ان کے دونوں شیوخ حضرت مولانا خواجہ کلاں اور شیخ تاج الدین جھوسوی بھی تھے شہر کے قاضی اور حاکم تو شاہ صاحب سے ان کی ہیبت اور جلال کی بنا پر کچھ کہہ نہ سکے البتہ ان دونوں بزرگوں نے کہا کہ وہ بادشاہ کے نوکر ہیں اگر بادشاہ کو معلوم ہو جائے گا کہ خطبہ سے نام خارج کردیا ہے تو ملازمت جائے گی ہی ان کے مکانات بھی مسمار کرادئیے جائیں گے اس لئے وہ خطبہ میں اکبر کا نام لینے پر مجبور ہیں خواجہ کلاں نے کہا کہ شاہ صاحب! آپ نماز جمعہ بجائے جامع مسجد گیان باپی کے منڈواڈیہہ میں آئندہ سے ادا کریں۔

(گنج ارشدی ص۱۲)

ایوان شریعت کا قیام

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اس مسجد کا نہ صرف اکبر کے زمانہ میں وجود تھا بلکہ اس کی حیثیت ایک جامع مسجد کی تھی جس میں اس دور کے علمائے امت دور دراز کے علاقوں سے نماز جمعہ کی ادائیگی کے لئے آتے تھے۔ مسجد کی یہ حیثیت برقرار رہی یہاں تک کہ شاہ جہاں کے زمانہ میں جہاں بہت سی تاریخی عمارتیں بنائی گئیں وہیں بعض اہم مدرسے بھی قائم کئے گئے۔ دہلی میں جامع مسجد سے متعلق ایک اہم مدرسہ دار البقاء کے نام سے قائم کیا گیا۔ اس طرح جامع مسجد گیان باپی کے زیر سایہ ایک اہم مدرسہ "ایوان شریعت" بھی ۱۰۴۹ھ میں قائم ہوا، اور گیان باپی مسجد کے احاطہ میں اس مدرسہ کا قیام مشرقی اضلاع میں علم دین کی ترویج کا اہم ذریعہ بنا۔ بڑے بڑے مشاہیر اس میں درس دیتے تھے کچھ دنوں کے بعد یہ عمارت گردش زمانہ کی نذر ہو گئی۔ البتہ اسکے باقیات وہیں پڑے رہے جس میں وہ کتبہ بھی دستیاب ہوا جس پر "ایوان شریعت" کندہ تھا، جو آج بھی مسجد کی انتظامیہ کے دفتر میں موجود ہے۔

اورنگ زیب عالمگیر اور جامع مسجد گیان واپی

شہر کی آبادی کے پیش نظر جامع مسجد اپنی وسعت کے باوجود روز بروز تنگ پڑ رہی تھی۔ ضرورت تھی کہ اس مسجد کی توسیع کی جائے۔ لہٰذا اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زمانہ میں اس مسجد کو خاص اہمیت دی گئی اور شہنشاہ اکبر کے زمانہ کی جامع مسجد کی عمارت پر موجودہ مسجد کی تعمیر ہوئی جو سابقہ مسجد کے مقابلہ کافی وسیع اور لق و دق تھی اس کے مشرق میں صدر دروازہ تھا اور مغرب کی طرف ایوان شریعت کی باقی پڑی ہوئی کھلی اراضی تھی جو آج بھی قائم ہے لیکن عملاً مسلمانوں کے قبضہ میں نہیں ہے۔

غلط فہمی کی وجہ

اس سے یہ معلوم ہوا کہ اس مسجد کی تعمیر اورنگ زیب عالمگیرؒ کی پیدائش سے صدیوں پہلے مشرقی سلاطین کے زمانے میں ہوئی تھی البتہ اس کی توسیع کا کام اور موجودہ شاندار عمارت اورنگ زیب عالمگیرؒ کے زمانہ میں بنائی گئی۔ اور اس تعمیر ثانی کا کتبہ بھی اس میں لگایا گیا جسے سید میرات علی نے جو اس کے متولی تھے ۱۲۰۶ھ میں نصب کرایا یہ کتبہ جامع مسجد انتظامیہ کے دفتر میں اب بھی رکھا ہوا ہے جس پر یہ عبارت کندہ ہے۔

"اول بحکم والا در سنہ ۲ (عبارت صاف نہیں) از جلوس حضرت عالمگیر خلد مکاں این جامع مسجد تیار شدہ۔ بعدہ در سنہ ۱۲۰۷ھ سید میرات علی متولی موروثی مسجد موصوفہ مرمت صحن وغیرہ نمودہ"

مسجد شہید کرکے بنائی گئی۔

اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ کتبہ بعد میں لگایا گیا اور موجودہ عمارت کی تعمیر اورنگ زیب عالمگیر کے زمانے میں ہوئی لیکن وہ اصل بانی نہیں ہیں اور نہ ہی کوئی مندر توڑ کر مسجد بنائی گئی ہے۔ بلاشبہ مسجد شہید کرکے مسجد بنائی گئی لیکن افسوس کہ اس تاریخی حقیقت کے باوجود آج یہی سمجھا اور بتایا جاتا ہے کہ یہ مسجد جہاد یوجی کے مندر کے باقیات پر تعمیر کی گئی ہے جبکہ اسلام کی آمد سے بہت پہلے ہی بنارس کے مشہور مندروں کو مسمار کیا جاچکا تھا اور یہاں پر کوئی مندر تھا ہی نہیں اور اس حقیقت

کو بنارس کے ہندو مسلمان خوب سمجھتے تھے چنانچہ انگریزوں کی آمد سے پہلے ہندو مسلمانوں کے درمیان اس مسجد کے تعلق سے کبھی کسی نزاع کا پتہ نہیں چلتا سب شیر و شکر ہوکر رہتے تھے لیکن انگریزوں نے اپنی "لڑاؤ اور حکومت کرو" کی پالیسی کے تحت ہندو مسلمانوں کو لڑانے کیلئے جہاں اجودھیا کی بابری مسجد کے قضیہ کو پیدا کیا۔ وہیں بنارس کی اس تاریخی مسجد کو بھی وجہ نزاع بنانے کی کوشش کی اور اس مسئلہ میں کبھی کسی قسم کی مصالحت کی حوصلہ افزائی نہیں کی بلکہ وہ اپنی باطنی بغض کی وجہ سے برابر اس کو ہوا ہی دیتے رہے، اور ہندو مسلمان لڑتے جھگڑتے رہے ہندوؤں نے اس سلسلہ میں کسی تحقیق کی ضرورت نہیں سمجھی بلکہ انگریزوں نے جو کچھ لکھ دیا اس کو حرف آخر خیال کیا۔ اس سلسلہ میں بابو کرشن پرشاد درما کا تجزیہ کتنا درست ہے۔

ہم بھارتیوں میں بڑی کاہلی اس بات کی ہے کہ ہم دوسروں کی لکھی ہوئی باتوں کو دہراتے ہیں لیکن اصلیت دریافت کرنے کی تکلیف کبھی گوارہ نہیں کرتے، انگریزی مورخین نے اپنی تاریخ وہیں سے شروع کی ہے جہاں سے ان کی قومی تاریخ شروع ہوتی ہے اس لئے بشناتھ مندر کی تاریخ اگر انھوں نے اورنگ زیب عالمگیر کی مسجد کی تاریخ سے شروع کی تو اسمیں ان کی بھول نہیں کہی جاسکتی ہم ہندوؤں کے یہاں پران گرنتھ سب سے پرانی تاریخ ہے اور ان پرانوں میں اسکند پران کے اندر موجودہ کاشی کھنڈ سب سے پرانی اور سچی تاریخ ہے افسوس ہے کہ اس پرانی تاریخ کے ہوتے ہوئے ہم نے اب تک پرانے مندر کا پتہ نہیں لگایا (بحوالہ مرقع بنارس ص۱۷۸)

اس پر تبصرہ کرتے ہوئے نبی احمد سندیلوی لکھتے ہیں "اس دلچسپ اور مدلل نوٹ کے پڑھنے کے بعد نتیجہ نکلتا ہے کہ قدیم مندر اس جگہ نہ تھا مگر انگریزی قبضہ کے بعد سیاحوں کو سمجھا دیا گیا کہ اس مشہور مندر کی جگہ پر عالمگیر نے مسجد بنوائی اور اسی روایت پر بھروسہ کرکے مورخین نے صفحے کے صفحے سیاہ کرڈالے حالانکہ مسٹر درما یقینی طور پر لکھتے ہیں کہ قدیم مندر کی یہ جگہ نہیں ہے کاشی کھنڈ یہ ثابت کرتی ہے کہ قدیم مندر اس جگہ نہ تھا اور ایک معتبر مصنف لکھتا ہے کہ جامع مسجد سلطنت مغلیہ کے قبل تعمیر ہوئی ہے ایسی صاف شہادت کے مقابلہ میں بازاری خبروں پر اعتماد کرنے کی وجہ کوئی سربستہ راز ہے (مرقع بنارس ص۱۷۸)

سربستہ راز کیا ہے

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ سربستہ راز کیا ہے جو آج تک حل نہ ہوسکا تو اس سلسلہ میں اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ وہ اس کے سوا کچھ نہیں کہ اس منافرت کے ذریعہ اقتدار کو مضبوط کیا جائے اور دہلی کا تخت مستحکم کیا جائے۔ یہی انگریزوں نے کیا اور آج انھیں کے نقش قدم پر چل کر ملک کی فسطائی طاقتیں بھی کرنا چاہتی ہیں۔

آویزش کی ابتدا۔

سطور بالا سے پوری طرح یہ بات عیاں ہوجاتی ہے کہ سوامی شنکر اچاریہ کے بنارس آمد کے موقع پر بنارس میں بودھوں کے خلاف جو انتقامی کارروائی کی گئی اس کی نذر گیان باپی میں واقع بودھوں کی خانقاہ بھی ہوگئی تھی، پھر یہ جگہ ویران پڑی رہی، تقریباً پانچ صدیاں گذر جانے کے بعد شیخ سلیمان محدث نے اس جگہ مسجد تعمیر کرائی اسوقت وہاں نہ کوئی مندر تھا اور نہ ہی دیگر آبادیاں، اسی لئے ہندو مسلمان جو ایک ساتھ رہتے تھے ان کے مابین کبھی اس مسجد کے تعلق سے کوئی تصادم نہ ہوا۔ لیکن جب ایسٹ انڈیا کمپنی کے زیر سایہ انگریزوں کا تسلط قایم ہوا، اور روز بروز ان کی قوت برصغیر میں مستحکم ہوتی گئی تو انھوں نے نواب اودھ سے غازیپور، بنارس اور جونپور کے مشرقی اضلاع بھی بزور حاصل کرلئے اور یہاں اپنا نمائندہ مقرر کردیا۔ بنارس کا ناظم انگریزوں نے نواب ابراہیم علی خاں کو مقرر کیا جنھوں نے اپنے زمانہ میں دھورہرہ کی جامع مسجد کی تعمیر جدید کی، یہ مسجد بھی بڑی عالیشان ہے جو گنگا کے مشہور گھاٹ پنچ گنگا گھاٹ کے پاس واقع ہے یہ مسجد خالص ہندوؤں کے محلہ میں واقع ہے۔ اس کے مینارے ایک سو بیالیس فٹ بلند تھے، انگریزوں نے اس مسجد کے ذریعہ ہندوؤں کے دلوں میں مسلمانوں کے خلاف شدید جذبات پیدا کئے ان کی عزت و ناموس پر بالواسطہ حملہ قرار دیا۔ چنانچہ ایک انگریز سیاح لکھتا ہے:۔

"پنچ گنگا گھاٹ والی مسجد خوبصورت اور سادی ہے، مسجد کی سطح سے میناروں کی بلندی ۱۴۲ فٹ ہے، اور ان کے بلند ہونے کا سبب یہ ہے کہ گھروں کی بے پردگی ہو اور وہاں کے حالات معلوم ہوتے رہے (مرقع بنارس ص۱۸۲)

یہ بھی لکھ دیا گیا ہے کہ وشنو دیوتا کے ایک مندر کے مسالہ سے جو گنگا کے کنارے تھا، یہ مسجد تعمیر کی گئی ہے لیکن ابھی تک بات مکمل نہیں ہوئی تھی چنانچہ یہ بات کہدی گئی۔

• کہا جاتا ہے کہ اورنگ زیب نے تخت نشین ہونے کے (۱۰۷۹ھ) گیارہویں سال ۱۰۸۰ھ میں بندمادھو کے مندر کو منہدم کرکے یہ مسجد بنوائی۔

(کتاب کاشی مطبوعہ کرسچین سوسائٹی مدراس)

بات ابھی یکطرفہ تھی اس مسجد کے آڑ میں بیک وقت دو شکار مقصود تھے، چنانچہ رانی اہلیا بائی کو اشارہ دیا گیا کہ گیان باپی کے احاطہ میں جانب دکھن وشوناتھ مندر تعمیر کی جائے۔ انگریزوں کے شہ پر جب یہ کام شروع ہوا تو مسلمانوں نے اس پر احتجاج کیا۔ لیکن اس کا جواب سنگینوں سے دیا گیا۔ اسّی مسلمان شہید ہوگئے۔ اس کے ردعمل میں پورے شہر میں زبردست فساد ہوا، جس میں مسلمانوں کے جانی اور مالی نقصان کے ساتھ پچاسوں مسجدوں کو شہید کردیا گیا۔ یا شدید نقصان پہونچایا گیا۔ اور یہ سلسلہ مہینوں چلتا رہا۔ انگریزوں نے زیر تعمیر مندر پر فوج لگادی اور مندر کی تعمیر فوج کی نگرانی میں مکمل ہوتی رہی اور اس طرح گیان باپی کا یہ احاطہ ایک متنازعہ مقام بن گیا۔ اور ہندو مسلمان دونوں کو ہمیشہ کے لئے مدمقابل لاکھڑا کردیا گیا۔ انگریزوں کی حکمت عملی کامیاب ہوئی۔ وہ ایسی تاریخ چھوڑ گئے جس کی عفونت سے زندگی کے صحت مند اجزاء متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتے

(باقی ص۱۲ پر)

حیات بعد الممات سائنس کی روشنی میں (۲)

— ڈاکٹر صفیہ نسیم۔ اسسٹنٹ ڈائرکٹر سی۔ڈی۔آر۔آئی

نباتات ہی کی مثال دیگر ایک جگہ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: "اللہ ہے کہ پھوڑ نکالتا ہے دانہ اور گٹھلی۔ نکالتا ہے مردہ سے زندہ اور نکالنے والا ہے زندہ سے مردہ۔ یہ ہے اللہ پھر تم کدھر بہکے جاتے ہو" (۶: ۹۵)۔ اب ذرا غور کیجیے کہ سبزیوں اور پھلوں کے بیج (دانہ) اور کھجور کی گٹھلی دو حصوں میں پھٹ جاتی ہے۔ اور اسی کے بیچ سے سبزہ اور جڑ نمودار ہوتی ہے۔ پودوں کے مقابلہ میں بیج میں بظاہر زندگی کے آثار دکھائی نہیں دیتے۔ مگر درحقیقت وہ زندہ ہوتا ہے۔ اور اس کے اندر پودا بننے کے تمام عناصر موجود ہوتے ہیں۔ بیج میں ایک باریک سوراخ ہوتا ہے جس کو MICROPYLE کہتے ہیں اسی کے ذریعہ سے بیج اپنے اندر پانی جذب کرتا ہے۔ بیج پر ایک تہہ ہوتی ہے جسکو TESTA کہتے ہیں اس کو ہٹانے سے EMBRYO نظر آتا ہے جس سے پودا بنتا ہے۔ EMBRYO دو حصوں میں منقسم ہوجاتا ہے۔ ایک کو AXIS اور دوسرے کو COTYLEDON کہتے ہیں۔ AXIS کے بھی دو حصے ہوتے ہیں ایک RADICLE جس سے جڑ بنتی ہے اور دوسرا PLUMULE جس سے کونپل پھوٹتی ہے۔ بیج سے کلا بننے کے دور میں شروع میں ننھا پودا اس قابل نہیں ہوتا کہ اپنی غذا خود تیار کرسکے، لہٰذا وہ COTYLEDON میں موجود غذائیت کے عناصر سے اپنی خوراک مہیا کرتا ہے۔

اللہ کی کرشمہ سازی ملاحظہ کیجئے کہ پھلوں کے بیج (دانہ) اور کھجور کی گٹھلی کو زمین میں دبانے کے بعد کس طرح جامد اور مطلق چیز کے خلیے CELLS جو کہ آپس میں پیوستہ ہوتے ہیں دو حصوں میں پھٹ جاتے ہیں اور زندہ پودا پیدا ہوجاتا ہے۔

پالتا ہے بیج کو مٹی کی تاریکی میں کون؟
کون دریاؤں کی موجوں سے اٹھاتا ہے سحاب؟ (اقبال)

پھر اللہ تعالیٰ اس کا COURSE متعین کرتا ہے ایک حصہ یعنی سبز پتہ جو اوپر ظاہر ہوتا ہے، ہوا اور روشنی کے ذریعہ پرورش پاتا ہے، اور دوسرا حصہ یعنی جڑ زمین کے اندر گھستی چلی جاتی ہے کیونکہ اس کو کھلی ہوا اور روشنی فنا کردیتی ہے۔ یہی ننھا سا پودا ہوا کی ہیجان آکسیجن نائٹروجن اور کاربن ڈائی آکسائڈ سے مل کر زمین میں موجود نمکیات کو پانی کے ذریعہ حل کرکے جڑوں سے کھینچتا ہے اور انھیں ایک کیمیاوی عمل کے ذریعہ سے سبز مادہ میں تبدیل کرتا ہے اگرچہ نباتات میں حیوانوں کی طرح دل، معدہ جگر اور پھیپھڑے نہیں ہوتے۔ لیکن یہ بھی بالکل اپنے ماحول سے خوراک لیکر مختلف مرکبات بناتے ہیں اور سورج کی روشنی میں ہوا سے کاربن ڈائی آکسائڈ کھینچتے ہیں اور آکسیجن باہر نکالتے ہیں اور اس طرح اپنے جسم کی پرورش کرتے ہیں اس عمل کو PHOTOSYNTHESIS کہتے ہیں۔ جتنا زیادہ ہم PHOTOSYNHTESIS کی ماہیئت کو سمجھتے جائیں گے اُتنا ہی منتشر مردہ جسم کا قیامت کے دن زندہ ہونے کا راز ہماری سمجھ میں آتا جائے گا۔ پودوں سے نکلی ہوئی آکسیجن انسان کی بقا کیلئے ضروری ہے اور انسانوں کے ذریعہ نکالی ہوئی کاربن ڈائی آکسائڈ نباتات کے لئے ضروری ہے۔

غور طلب بات یہ ہے کہ قدرت نے پتوں کو ایک حیرت انگیز کیمیاوی معمل بنایا ہے جن کا منہ سورج کی روشنی اور حرارت مانگنے کے لے ہمیشہ کشادہ رہتا ہے اس لئے یہ ٹہنیوں پر کچھ اس انداز سے لگے ہوتے ہیں کہ ایک دوسرے کی ہوا اور دھوپ کم سے کم روکیں سے

ہر شاخ سے یہ نکتہ پیچیدہ ہے پیدا
پودوں کو بھی احساس ہے پہنائے فضا کا (اقبال)

پتے سبز مادہ کے ذریعہ سورج کی روشنی کی موجودگی میں ہوا سے کاربن ڈائی آکسائڈ اور زمین سے پانی و نمکیات جذب کرکے شکر نشاستہ۔ لحمیہ۔ تیل چکنائی (LIPID) اور وٹامن بناتے ہیں۔ یہ خزانہ رزق نہ صرف حیوانات اور انسانوں کے قیام اور بقاء کا ذریعہ ہے۔ بلکہ خود پودے کی ضروریات زندگی کو پورا کرنے کا ذریعہ ہے۔ جب پتہ ترو تازہ تھا اور شاخ پر لگا ہوا تھا۔ اس کی سطح سے اندر کا کچھ پانی بخارات بن کر اڑتا رہا اور بال جیسی باریک جڑوں کے ذریعہ سے پتوں تک کھنچا جاتا رہا۔ اس پانی میں حل شدہ نمک پتے میں جمع ہوتا گیا۔ پہلے پختگی آئی پھر اس کی تراوٹ اور ملائمیت میں کمی آتی گئی اور اس کی جگہ خشکی بڑھتی چلی گئی یہاں تک کہ پانی اس کی رگوں میں رک رک کر جانے لگا اور آخر کار پتہ خشک ہوکر زرد پڑ گیا۔ اور جھڑ گیا کیونکہ پتہ مقررہ وقت سے زیادہ شاخ پر نہیں رہ سکتا اسلئے قدرت نے بیج بنانے کا انتظام کیا تاکہ بیج مدتوں بلا بغیر سڑے گلے خشک حالت میں رہ سکے۔ اور جب عرصہ دراز بعد اسکو پانی اور کھاد دی جائے تو یہ بیج پھر پھوٹنے

(باقی ص… پر)

بیت المقدس کی اسلامی تاریخ اور قرآن و حدیث کی نظر میں اس کا مقام و مرتبہ

(۳)

ترجمہ : محمد ابراہیم ندوی

آخری زمانہ میں ہجرت بیت المقدس کیطرف ہوگی حشر و نشر بیت المقدس کی جانب ہوگا، قیامت کے دن حساب بیت المقدس، میں ہوگا اور جنت تک پہونچنے کے لئے جہنم پر نصب کیا جانیوالا پل صراط بھی بیت المقدس ہی میں ہوگا۔ اسرافیل علیہ السلام صور قیامت بیت المقدس ہی میں پھونکیں گے۔

جس نے بیت المقدس میں نماز ادا کی گویا اس نے آسمان دنیا میں نماز ادا کی (یعنی دنیا کے ارفع و اعلیٰ مقام میں)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے: میری امت کے بہتر لوگ وہ ہیں جنھوں نے یکے بعد دیگرے بیت المقدس کی طرف ہجرت کی اور جس نے بیت المقدس میں اچھی طرح وضو کرکے دو یا چار رکعت نماز پڑھی اسکے تمام گذشتہ گناہ بخش دیے گئے۔

حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے آپ نے فرمایا: حضرت سلیمان علیہ السلام نے اپنے پروردگار سے تین چیزوں کی درخواست کی جن میں سے دو انہیں عطا کیں اور امید ہے کہ تیسری چیز بھی عطا کردی گئی ہوگی انھوں نے ایسے فیصلہ کی درخواست کی جو اس کے فیصلے کے موافق ہو یہ انھیں عطا کر دیا گیا ایسی سلطنت کی درخواست کی جو ان کے بعد کسی دوسرے کیلئے ممکن نہ ہو وہ انھیں عطا کردی گئی تیسرے یہ دعا کی کہ جو بھی شخص اسی مسجد میں نماز پڑھنے کی نیت کے ساتھ اپنے گھر سے نکلے وہ اپنے گناہ سے اس طرح پاک ہو جائے جس طرح بروز پیدائش تھا تو خدا سے امید ہے کہ یہ دعا بھی شرف قبولیت سے نوازی گئی ہوگی

حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا "جس نے بیت المقدس میں نماز ادا کی اس کے سارے گناہ بخش دیئے گئے۔

حضرت ابو الدرداءؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا" مسجد حرام (خانہ کعبہ) کی نماز دوسری جگہوں کے مقابلہ میں ایک لاکھ درجہ افضل ہے اور میری مسجد (مسجد نبوی۔ مدینہ منورہ) کی نماز ایک ہزار درجہ بہتر ہے اور مسجد اقصیٰ کی نماز پانچ سو درجہ افضل ہے یہ حدیث امام احمدؒ نے روایت کی ہے۔

حضرت عمر بن خطابؓ نے وہاں سے احرام باندھا اور فرمایا کاش میں بیت المقدس نہ آیا ہوتا اور وہیں سے آپ کے صاحبزادے عبداللہؓ نے بھی احرام باندھا۔

مقاتل بن سلیمان نے بیت المقدس کے بارے میں فرمایا: اس میں ایک بالشت بھی ایسی جگہ نہیں ہے جہاں کسی پیغمبر نے نماز نہ پڑھی یا کوئی مقرب فرشتہ نہ اترا ہو۔

حضرت ابن عباسؓ سے مروی ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا: روئے زمین کا سب سے افضل حصہ بیت المقدس اور سب سے افضل چٹان صخرۂ بیت المقدس ہے۔

بیت المقدس میں پیغمبروں کی یادگاریں

بیت المقدس ہی میں وہ براق ہے جس پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم رکن مسجد کے نیچے سوار ہوئے اور مسجد کے اندر ہی باب داؤد و سلیمان علیہما السلام ہے اور باب حطہ ہے جس کا تذکرہ قرآن کریم نے اس طرح کیا (وقولوا حطۃ) یعنی کہو لا الہ الا اللہ چنانچہ انھوں نے کہا (حنطۃ) یعنی گیہوں لہٰذا اللہ تعالیٰ نے انکے کفر کی وجہ سے ان پر لعنت بھیجی اور باب محمدؐ اور باب توبہ ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے داؤد علیہ السلام کی توبہ قبول فرمائی اور باب رحمت ہے جس کا تذکرہ خود قرآن نے کیا ہے ارشاد باری ہے، دایک دروازہ ہوگا جو اس کی جانب اندرونی ہے۔ اس میں تو رحمت ہے اور جو جانب بیرونی ہے اس طرف عذاب (وادیت) اور اس سے مراد وادی جہنم ہے اور جو بیت المقدس سے بجانب مشرق واقع ہے اور اس میں دریائے اسباط یعنی اسباط بنی اسرائیل ہے جو چھ ہیں اور اس کے علاوہ باب الولید باب الہاشمی باب الخضر باب السکینہ بھی ہیں اور اس میں مریم بنت عمرانؓ کا محراب ہے جو فرشتوں کی آمد کے لئے مخصوص تھا جس میں وہ موسم گرما میں سرما کے پھل اور سرما میں گرما کے پھل لے کر حاضر ہوتے تھے، اور زکریا علیہ السلام کا محراب بھی ہے جہاں فرشتوں نے انھیں یحیٰ علیہ السلام کی بشارت دی تھی جب اس میں نماز پڑھ رہے تھے، اور محراب یعقوبی اور سلیمان علیہ السلام کی کرسی ہے جس میں وہ خدا سے دعا کرتے تھے، ابراہیم علیہ السلام کیطرف منسوب وہ غار ہے جس میں وہ یکسو ہو کر خدائے واحد کی عبادت کرتے تھے۔

بیت المقدس ہی میں وہ گنبد بھی ہے، جہاں سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمان کیطرف معراج ہوئی، جس میں آپؐ نے تمام انبیاء کی امامت فرمائی اور جہاں عہد اسرائیلی میں بنی اسرائیل کے درمیان معاملات فیصل کرنے کے لئے سلسلہ الہامات جاری تھا، جس میں مصلیٰ جبرئیل و مصلیٰ خضر ہے، جب گنبد صخرہ میں داخل ہو تو اس کے گوشوں میں نماز پڑھو اور اس بلاط (پتھر کا چوکر اور خاص مقام) پر بھی نماز پڑھو جو صخرہ سے کچھ بلند واقع ہے اس لئے کہ وہ دروازئے جنت کے ایک در پر قائم ہے، عیسیٰ علیہ السلام کی جائے پیدائش مسجد سے تین میل کے فاصلے پر ہے، ابراہیم علیہ السلام کی مسجد و مقبرہ شہر سے اٹھارہ میل کی مسافت پر ہے اور مسجد کا محراب اس کے قریب ہے۔

اللہ تعالیٰ نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی آسمانی سیر بیت المقدس سے کرائی، عیسیٰ علیہ السلام کو بیت المقدس سے آسمان پر اٹھایا۔ عیسیٰ علیہ السلام دجال کو بیت المقدس کے علاوہ کسی بھی مقام پر سولی پر چڑھائیں گے، اللہ تعالیٰ نے یاجوج ماجوج پر بیت المقدس میں داخلہ حرام کر دیا، سارے انبیاء کا تعلق بیت المقدس سے ہے تمام ابدال کی اسی سے نسبت ہے۔ آدم و موسیٰ و یوسف علیہم السلام اور بنی اسرائیل کے تمام نبیوں نے وصیت کی کہ انھیں بیت المقدس میں سپرد خاک کیا جائے۔

صحیح روایت میں وارد ہے کہ موسیٰ علیہ السلام نے اپنی وفات کے وقت یہ دعا فرمائی کہ اے، میرے پروردگار میری آخری آرام گاہ سرزمین مقدس اتنے فاصلے پر رکھیو جو ایک پتھر پھینکنے کا ہو یعنی بالکل قریب اور سرزمین مقدس میں ابراہیم و اسحاق و یعقوب علیہم السلام آرام فرما ہیں۔

عبداللہ بن عمرؓ نے فرمایا۔ بیت المقدس انبیاء، اور عبادت گذار بندوں کا گھر ہے اس میں ایک بالشت بھی جگہ ایسی نہیں ہے جہاں کسی نبی نے سجدہ نہ کیا ہو یا کسی فرشتے کا جلوہ نہ ہوا ہو۔

اللہ تعالیٰ نے سرزمین بیت المقدس میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کو شرف کلام سے نوازا، حضرت داؤد و حضرت سلیمان علیہما السلام کی توبہ سرزمین بیت المقدس میں قبول فرمائی، حضرت سلیمان، علیہ السلام کو بیت المقدس میں دوبارہ سلطنت عطا فرمائی، حضرت زکریا علیہ السلام کو حضرت یحیٰ علیہ السلام کی بشارت بیت المقدس میں دی پہاڑوں اور پرندوں کو بیت المقدس میں حضرت داؤد علیہ السلام کا تابع و محکوم بنا دیا حضرت مریم علیہا السلام کو بیت المقدس میں موسم گرما کے میوے سرما میں اور سرما کے میوے گرما میں عطا کیے، حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی پیدائش اور گہوارہ میں ہمکلامی بیت المقدس میں ہوئی اور ان پر آسمانی دسترخوان کا نزول سرزمین بیت المقدس میں ہوا، اللہ تعالیٰ نے انھیں بیت المقدس ہی سے آسمان پر اٹھایا اور آسمان سے زمین پر نزول بھی بیت المقدس ہی میں ہوگا۔ حضرت مریم علیہا السلام کی وفات بیت المقدس میں ہوئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک زمانے تک بیت المقدس کی طرف رخ کرکے نماز پڑھی اور شب معراج میں آپ کا سفر شبینہ بیت المقدس ہی کی طرف ہوا۔ (باقی آئندہ)

تعمیر حیات
اپنی نئی نسلوں کو ملک کے حالات سے باخبر رکھنے کیلئے تعمیر حیات کے مطالعہ کی ترغیب دیجئے

شیاطین اور سحر

(دوسری و آخری قسط)

ڈاکٹر حافظ ہارون رشید صدیقی

امام رازیؒ نے تفسیر کبیر میں جادو کی آٹھ قسمیں بڑی تفصیل سے بیان فرمائی ہیں جن کو اختصار کے ساتھ ابن کثیر اور شنقیطی نے نقل کیا ہے، سچ یہ ہے کہ ان میں کی بعض قسمیں جادو سے تعلق نہیں رکھتیں جیسے دواؤں کے عجیب اثرات اور حسابی عجائبات وغیرہ جادو کے احکام کے سلسلہ میں حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ کی یہ تحریر بہت ہی جامع ہے۔

" اور سحر کے فسق یا کفر وغیرہ ہونے میں تفصیل یہ ہے کہ اگر اس میں کلمات کفریہ ہوں مثل استغاثہ بہ شیاطین یا کواکب وغیرہ تب تو کفر ہے خواہ اس سے کسی کو ضرر پہنچایا جاوے یا نفع پہنچایا جاوے اور اگر کلمات مباح ہوں تو اگر کسی کو خلاف اذن شرعی کسی قسم کا ضرر پہنچایا جاوے یا اور کسی ناجائز میں استعمال کیا جاوے تو فسق اور معصیت ہے اور اگر ضرر نہ پہنچایا جاوے نہ کسی اور غرض ناجائز میں استعمال کیا جاوے تو اس کو عرف میں سحر نہیں کہتے بلکہ عمل یا عزیمت یا تعویذ گنڈہ کہتے ہیں اور مباح ہے۔ البتہ لغت میں لفظ سحر اس کو بھی شامل ہے کہ ہر تصرف عجیب کو کہا جاتا ہے، اور اگر کلمات مفہوم نہ ہوں تو وہ بوجہ احتمال کفر ہونے کے واجب الاحتراز ہے اور یہی تفصیل ہے تمام تعویذ گنڈوں اور نقش وغیرہ میں کہ غیر مفہوم نہ ہوں، اور غیر مشروع نہ ہوں، اور غرض ناجائز میں استعمال نہ ہوں اتنی شرطوں سے جائز ہیں ورنہ ناجائز اور کفر عملی کا اطلاق ہر ناجائز پر صحیح ہے " (دیکھیے بیان القرآن ج ۱ ص ۵۷)

سحر کا اثر ہمارے حضور صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوا تھا، مگر یہ اثر بہت معمولی تھا ایسا کہ اس سے دین کے کاموں میں کوئی خلل واقع نہیں ہوا، یہ واقعہ مفسرین نے قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس کی تفسیر کے تحت لکھا ہے، حدیث کی کتابوں میں بخاری ومسلم وغیرہ میں بھی موجود ہے، پھر اس سحر کا علاج آپ کو حضرت جبرئیل علیہ السلام کے ذریعہ بتایا گیا اور اسی وقت دونوں سورتیں قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس نازل ہوئیں اور ان ہی کے ذریعے علاج تجویز ہوا اور آپ پر جو اثر تھا وہ دور ہوا، بہت سے علماء کا کہنا ہے اور تجربہ بھی کہ سحر کے علاج میں یہ دونوں سورتیں مجرب ہیں۔

سنن ترمذی میں ان دونوں سورتوں کے فضائل میں کئی حدیثیں درج ہیں جن سے ثابت ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم ان سورتوں کو برابر پڑھتے تھے خاص طور سے سونے کے وقت اور صحابہ کو اس کے پڑھنے کی ترغیب دیتے تھے۔

صحیح مسلم کی حدیث پیچھے گذر چکی جس میں شیطان نے حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو بتایا تھا کہ آیۃ الکرسی سوتے وقت پڑھ لی جائے تو تمام رات شیطان سے حفاظت رہتی ہے اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کی تصدیق فرمادی تھی۔ دوسری حدیثوں سے بھی ثابت ہے کہ صبح کو آیۃ الکرسی پڑھنے والا پورے دن اور شام کو آیۃ الکرسی پڑھنے والا تمام رات محفوظ کر دیا جاتا ہے۔ لہٰذا شیطان کے شر اور سحر وغیرہ کے شر سے بچنے کے لیے أعوذ باللہ کے ساتھ آیۃ الکرسی اور معوذتین (یعنی قل أعوذ برب الفلق اور قل أعوذ برب الناس پوری پوری سورتوں) کا پڑھنا بہت زیادہ مفید ہے۔

واضح رہے کہ ان سورتوں میں بہترین اسلوب میں اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے طریقے کے مطابق اور اس کی مرضی کے مطابق اور اس کے حکم کے مطابق اللہ کی پناہ مانگی گئی ہے پس اس کے مقابلہ میں شیطان کا ضعیف کید چاہے سحر کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں کوئی حقیقت نہیں رکھتا۔

بے شک ہمارا ان سورتوں کا پڑھنا یا کسی اور ورد کا پڑھنا یا جائز تعویذ کا استعمال کرنا رجوع الی اللہ اور دعا کی حیثیت رکھتا ہے جس میں احتمال ہے کہ بجنسہ قبول ہو یعنی مقصد حاصل ہو یا اس کا بدل ملے مگر شیطان کا ہماری برائی پر آمادہ ہونا خواہ سحر کی صورت میں ہو یا کسی اور شکل میں اگرچہ اس کو چھوٹ دی گئی ہے۔ ہمارے رجوع الی اللہ رہنے کی حالت میں اس کی ناکامی یقینی ہے رہا اللہ کے نبی پر سحر کا ہونا وہ محض تعلیم امت کے لیے تھا نیز سحر کا علاج سکھانے کی مصلحت بھی اس میں پوشیدہ تھی۔

خلاصہ اس بحث کا یہ ہے کہ:

قرآن مجید سے ثابت ہے کہ شیاطین سحر کرتے اور انسانوں میں اس کو پھیلاتے تھے یعنی سحر کا علم شیاطین میں ہے۔

حدیث سے ثابت ہے کہ شیاطین سحر کے ذریعہ انسانوں کو جسمانی نقصان بھی پہنچا سکتے ہیں، اور یہ بھی حدیث سے ثابت ہے کہ أعوذ باللہ، آیۃ الکرسی اور معوذتین وغیرہ پڑھنے والا شیطان اور اس کے سحر سے محفوظ رہ سکتا ہے۔

اب خیال یہ پیدا ہوتا ہے کہ وہ جادو جس میں شیاطین سے مدد لی جاتی ہے یا کواکب سے مدد طلب کی جاتی ہے، ظاہر ہے کواکب تو جامد ہیں لیکن انسان ان سے مدد طلب کر کے شرک میں مبتلا ہوتا ہے (جیسے پتھر سے مدد طلب کرے) اس کے عوض میں شیطان اس کے لیے کچھ عجائبات مہیا کر دیتا ہے یہ بات تو انسان کے جادو کی ہوئی پھر شیطان خود جادو سے کیا فائدہ اٹھاتا ہے۔ اس سلسلے میں کوئی واضح علم موجود نہیں ہے اندازہ ہے کہ ابلیس اور اس کی ذریت کی منظم تنظیم ہوگی، اور ظاہر ہے ہر شیطان کو یکساں قدرت حاصل نہیں، لہٰذا شیاطین ان جادو کے کلمات کو جب اپنی غرض کے لیے ادا کرتے ہوں گے تو ان کا بڑا شیطان اللہ تعالیٰ کی طرف سے پائی ہوئی چھوٹ والے اختیارات سے اس کے شیطانی کام میں مدد کر دیتا ہوگا، اور جادو کے کچھ کلمات وہ ہوں گے جن کو شیطان انسانوں کو سکھاتا ہوگا جن کے ادا کرتے ہی کچھ مقررہ شیاطین انسان کے بعض ظاہری کام کر دیتے ہوں گے واللہ اعلم۔

یہ بھی ممکن ہے کہ جادو کے بعض کلمات میں یا اعمال میں اللہ تعالیٰ نے مضر اثرات ویسے ہی رکھے ہوں جیسے سنکھیا، افیون اور سانپ کے زہر میں، جس کے پڑھنے یا کرنے سے کوئی مضر اثر مرتب ہو جاتا ہو اور اس میں شیاطین کو مزید کچھ نہ کرنا پڑتا ہو لیکن جادو کا یہ مضر اثر تو ظنی ہے جبکہ جادو کے کاٹ کے لیے معوذتین کا ورد یقینی ہے پس کوئی دیندار معوذتین کا ورد رکھنے والا اگر اپنے اوپر جادو کا احساس کرتا ہے تو وہ وہم میں مبتلا ہے اس پر جادو نہیں ہے۔

اس بات میں بھی شک نہیں کہ جس طرح انسانوں نے جادو سیکھا اور عمل میں لا کر کفر کیا ایسے ہی غیر شیطانی جنوں نے بھی جادو سیکھا ہوگا اور عمل کر کے کفر کیا ہوگا۔ واللہ اعلم۔

رہی بات ان مسلمان جنوں کی جو بعض اعمال و وظائف کی مدد سے اپنی شکلیں بدلتے ہوں اگر یہ صحیح ہو تو اعمال و وظائف کو جادو نہیں کہا جا سکتا وہ تو ایک شریف علم ہوگا جو کسی نبی کے ذریعہ اللہ تعالیٰ نے ان کو عنایت فرمایا ہوگا۔

اسی طرح ایسے کلمات جو مفہوم ہوں اور ان میں کفر و شرک کی آمیزش نہ ہو چاہے ان کی تعلیم ہمارے نبی آخر الزماں سے نہ ملی ہو اور کسی کا تجربہ واضح طور پر ان کے فائدوں کا ہو تو بہت امکان ہے کہ وہ کسی نبی کے ذریعہ لوگوں تک پہنچے ہوں اور اللہ تعالیٰ کے سکھائے ہوئے ہوں اور اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل سے ان کلمات میں فائدہ کی تاثیر رکھ دی ہو، ان کلمات کو بھی جادو یا سحر نہیں کہا جا سکتا، اور پیچھے گذر چکا ہے کہ جائز فائدہ حاصل کرنے کے لیے ایسے کلمات کا استعمال جائز ہوگا، لیکن کوئی شخص اپنا تجربہ بیان کر کے دوسرے کو مجبور کرے کہ وہ ان فوائد کو بہر حال تسلیم کرے یہ بات غلط ہے جن کلمات کے فوائد واضح طور پر قرآن و حدیث سے ثابت نہ ہوں مگر ان کا استعمال مباح ہو تو ہر شخص کو اختیار ہے کہ اپنے تجربہ کی بنیاد پر ان کو اپنے کام میں لائے، اس کے تجربہ میں اس کا فائدہ نظر نہ آئے تو ترک کر دے (باقی آئندہ)

● سرزمین راجستھان سے پہلا علمی، تعلیمی، دینی، دعوتی، اصلاحی وادبی ماہنامہ. ● جامعۃ الہدایہ جے پور کا ترجمان ● مدارس اسلامیہ وعربیہ میں ایک متوازن اور انقلابی نظام تعلیم کا داعی ● دعوت دین کے عصری تقاضوں سے ہم آہنگ ● اصلاح معاشرہ کا علمبردار ● ادب اسلامی کا نقیب.

ماہنامہ ہدایت جے پور

دعوت و اصلاح اور تعلیم و ادب کی اس آواز کو گھر گھر پہنچائیے

خود ممبر بنئے اور دوسروں کو ممبر بنائیے

شرح خریداری

فی شمارہ ۱۰/روپے ○ ششماہی زر تعاون ۶۰/روپے ○ سالانہ ۱۰۰/روپے

خصوصی زر تعاون سالانہ ۵۰۰/روپے — لائف ممبر شپ تین ہزار روپے

خط و کتابت کا پتہ

ہدایت، پوسٹ بکس نمبر ۳۵، ۱۶۱۷، کھیجڑے کا راستہ بالمقابل ہدایت مسجد اندرا مارکیٹ جے پور

نوٹ: چیک یا ڈرافٹ پر HIDAYAT MONTHLY ضرور لکھیں.

"HIDAYAT" MONTHLY, POST BOX NO. 35, 1617 KHEJRON KA RASTA, OPP. HIDAYAT MASJID, INDIRA BAZAR, JAIPUR-302001

بقیہ: ایک نئی دنیا

.... اور اگر یہی صورت حال رہی تو مسلمانوں کی تعداد یہودیوں کی تعداد سے بڑھ جائے گی، یہی حال سرزمین فرانس کا بھی ہے کہ وہاں اسلام کی طرف ایک رجحان عام پایا جا رہا ہے، اس لیے وہاں کی حکومت اس رجحان عام سے خاصی مضطرب ہے، ابھی کچھ دنوں پہلے کی بات ہے کہ جرمنی کے صدر کول نے امریکی صدر بل کلنٹن سے گفتگو کے دوران کہا کہ اسلام ایک بین الاقوامی خطرہ ہے، اس لیے اس سیلاب کو روکنے کی متحدہ کوشش کی ضرورت ہے، اور ضرورت پڑے تو بھرپور کارروائی کی جائے تاکہ اس سیل بلاخیز کو روکا جاسکے ورنہ سب کو یہ اپنے تھپیڑوں میں بہا لے جائے گا۔

اسلامی بیداری کی اس لہر اور اس کا بڑھ چڑھ کر پروپگنڈہ کرنے سے مغرب کی بزم عیش و نشاط برہم ہو رہی ہے، جس کی وجہ سے ان کے غم و غصہ کا یہ عالم ہے کہ ان کے آبرو باختہ نوجوان دنیا کے مختلف ملکوں میں، مساجد، اسلامی مدارس اور مسلمانوں کی تجارتی کمپنیوں کو خاک کے ڈھیر میں تبدیل کر دینا چاہتے ہیں، جرمنی، فرانس، امریکہ اور دیگر ممالک میں مسلمان شہریوں کے خلاف اقدامات کیے جا رہے ہیں۔

اسلام اور مسلمانوں کے خلاف اس مہم سے مسلمانوں میں چاہے وہ کسی نسل سے تعلق رکھتے ہوں ایک وحدت کا احساس پیدا ہو رہا ہے، جرمنی میں ترکوں کے خلاف، فرانس میں مراکش اور الجزائر کے عربوں کے خلاف، امریکہ میں سیاہ فام مسلمانوں کے خلاف، اتھیوپیا میں مسلمان حبشیوں کے خلاف جب ظلم اور جبر کا معاملہ کیا جائے گا، اور مغربی میڈیا مسلمانوں کی اس زبوں حالی کو مزہ لے کر بیان کرے گا، تو اس کا نتیجہ یہی نکلے گا کہ دنیا کے مسلمانوں میں اخوت کا جذبہ پیدا ہو، اور ان کے دل میں اپنے ان بھائیوں سے ہمدردی پیدا ہو، اور ان میں اس کا احساس پیدا ہو کہ ان کو صرف مسلمان ہونے کی وجہ سے ان مصائب سے دوچار ہونا پڑ رہا ہے اس طرح ایک عالمی اسلامی قوت پیدا ہوگی، اور عالمی وحدت قائم ہوگی، اور نئی طاقت وجود میں آئے گی، یہ انسانی فطرت ہے کہ مظلوم مظلوم کے ساتھ ہمدردی کرتا ہے، اور مظلوم کو اپنے حقوق حاصل کرنے کی فکر ہوتی ہے اور وہ اس کے لیے جد وجہد کرتا ہے، اور یہ بھی حقیقت ہے کہ یہ دنیا خدا کی بنائی ہوئی ہے، اور خدا کی سنت ہے کہ ظالم کو زیادہ مدت تک ظلم کی اجازت نہیں دیتا

بقیہ - درس حدیث

نمبر ۱: سبزہ زمین پر تسلسل کے ساتھ سورج کی کرنوں کو پڑنے سے روکتا ہے جس کے نتیجہ میں درجۂ حرارت کم ہو جاتا ہے اور پودوں اور درختوں کی تیز حرکت دن ورات کے حصول میں گرمی کی شدت کو کم کر دیتی ہے۔

نمبر ۲: بھاپ کی شکل اپنے اندر پانی نکالنے کی صورت میں یہ سبزہ اور درخت مٹی سے رطوبت کو ہوا کی طرف منتقل کرتے ہیں۔

یہ فوائد کھجور اور دیگر پودوں سب میں پائے جاتے ہیں اور یہ تو معلوم و مشاہد ہے کہ کھجور تنہا وہ پودا ہے جو اپنے گرد کے ماحول وفضا کو نقصان نہیں پہنچاتا، بلکہ اس کے برعکس وہ زمین پر اپنی بے شمار جڑوں اور دیگر اعضا کو مٹی کے اندر داخل کر کے مٹی کو بہنے سے روکتا ہے اور اس کے نمو کی صلاحیت کو قائم رکھتا ہے، الغرض کھجور تنہا وہ پودا ہے کہ اس کے پہلو بہ پہلو دوسری چیزیں از قسم سبزی وغلہ بو دی جائیں تو کھجور سے ان کو نقصان نہیں پہونچتا نہ کھجور کا اس پر کوئی اثر پڑتا ہے بلکہ فضا کو آلودگی کے اثرات نیز گرمی، پالا اور ہواؤں سے بچاتا ہے، اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے انھیں فوائد کی طرف حدیث مذکور یعنی "ما من مسلم یغرس غرسًا" میں اشارہ فرمایا ہے۔ (جاری)

لہ مجتمع المدینۃ فی عہد الرسول ؐ ۔ مؤلفہ عبداللہ عبدالعزیز بن ادریس۔

بقیہ: شیطان وسحر

آخر میں ایک حیرت کی بات عرض کر دوں کہ لگتا ہے کہ اب جادو جاننے والے دنیا سے ناپید ہو چکے ہیں اس لیے کہ جس پر جادو کا شبہ ہوا ڈاکٹروں نے تحقیق کی تو اسے کسی مرض میں مبتلا پایا، میرے علم میں ایسے کئی وہمی ہیں جن کو ڈاکٹروں نے متعین طور پر مرض بتایا، مگر وہ وہمی مریض خود کو جادو میں مبتلا بتاتے رہے اور بعض وہمی کی تائید کرتے رہے، چنانچہ وہ دوا علاج کے بجائے دعا تعویذ کے پیچھے دوڑتے رہے یہاں تک کہ اس دنیا سے چل بسے، کبھی ایسا بھی ہوا ہے کہ مرض لاعلاج ہوگیا، اس صورت میں دعا تعویذ بھی ہوئی اور علاج بھی مگر مریض جانبر نہ ہو سکا تو وہمیوں نے کہا دیکھا اصل میں یہ جادو تھا یہ علاج سے کہاں اچھا ہو سکتا تھا، حالانکہ وہ مرض میں مبتلا تھا اور مرض اس درجہ میں پہونچ گیا تھا کہ اس کا علاج ممکن نہ تھا۔

مختصر عالمی خبریں

معید اشرف ندوی

● سویڈن کی راجدھانی اسٹاک ہوم میں پانچ لاکھ ۲۵ ہزار ڈالر کے خرچ سے ایک اسلامی میڈیا کا آفس جلد ہی کھولا جائے گا جس کے تحت ڈنمارک کی زبانوں میں قرآن مجید کے تراجم اور قرآن پاک کی اشاعت بھی شامل ہے اس میں بعض دوسرے منصوبے بھی شامل ہیں خاص طور سے مغربی ذرائع ابلاغ کے اسلام مخالف پروپگنڈوں کا صحیح جواب دینا ہے۔

● رابطہ عالم اسلامی کی اطلاع کے مطابق اس نے اس سال ۱۷ ملین ریال کی اعانت دنیا کے مختلف مراکز ومدارس کو دی ہے جو اپنے اغراض ومقاصد میں سرگرم عمل ہیں۔

● حکومت کویت نے ایک نئی اسلامی تنظیم امر بالمعروف ونہی عن المنکر بنائی ہے اور ایک ایسا قانون بنا رہی ہے جس کی رو سے پنج وقتہ نماز کے وقت عموماً اور نماز جمعہ کے وقت خصوصاً تمام تجارتی مراکز کو بند کر دیا جائے گا اور کوئی دکان کھلی نہ چھوڑی جائے گی اور مخالفت کی صورت میں تعزیری کارروائی کی جائے گی۔

● خادم حرمین شریفین شاہ فہد بن عبدالعزیز نے حال ہی میں مدینہ منورہ میں مسجد نبوی کے توسیعی کام کا ذاتی طور پر جا کر جائزہ لیا اور وزارتی کونسل کے ایک جلسہ میں اس پر انھوں نے اپنی خوشی ومسرت کا اظہار کیا کہ مسجد نبوی کا توسیعی کام اطمینان بخش ہے اور اللہ کا شکر ادا کیا کہ ان کی دیرینہ خواہش پوری ہو رہی ہے واضح رہے کہ توسیع وتزئین کا کام تقریباً آخری مرحلے میں ہے۔

● یوگنڈا کے مجلس اسلامی کے صدر نے حکومت سے مطالبہ کیا ہے کہ ملک میں نومسلموں کی بڑھتی ہوئی تعداد کے پیش نظر فوری طور پر ایک دعوتی تنظیم قائم کی جائے اور اس کا الگ بجٹ حکومت منظور کرے تاکہ تعلیم وتربیت، دعوت وارشاد اسلامی مراکز ومساجد کی تعمیر پر خرچ کیا جاسکے۔

● ملیشیائی الیکشن فرنٹ نے ملیشیائی باشندوں سے اپیل کی ہے کہ وہ پوری دنیا پر امریکی تسلط کے خلاف امریکہ کے مال کا بائیکاٹ کریں تاکہ اس سے ان کی اقتصادی حالت پر اثر پڑے۔ واضح ہے کہ اس تنظیم کے ممبروں کی تعداد ۳۰ لاکھ ہے جن اشیا کا بائیکاٹ کیا جانا ہے وہ ہر شخص کے لیے ممکن ہے ان میں مختلف غذائی اشیاء، مشروبات اور سگریٹ وغیرہ شامل ہیں۔

● مصر سے ملنے والی خبروں میں بتایا گیا ہے کہ مشہور حاخام یہودی نے اپنا مذہب ترک کر کے اسلام قبول کر لیا ہے اور اس وقت وہ مراکش کی ایک مسجد میں اسلام کی تبلیغ کر رہے ہیں حاخام کے اسلام لانے سے بین الاقوامی سطح پر یہودی حلقوں میں نہایت اضطراب اور بے چینی پائی جا رہی ہے یہاں تک کہ یہودیوں نے یہودی حکومت کے توسط سے حکومت مراکش سے حاخام کی واپسی کا مطالبہ کیا ہے تاکہ اس پر مقدمہ چلایا جاسکے۔

● سعودی عرب کے قائم مقام سفیر عبدالرحیم الوموف نے اپنے ایک اخباری بیان میں کہا ہے کہ حج کے دوران بہتر انتظام کے لیے حرمین شریفین کا انتظام کسی دوسرے مسلم ممالک کو سونپنے کی وکالت جو لوگ کر رہے ہیں اس میں ان کے سیاسی اغراض وابستہ ہیں، کوئی دوسرا ملک اس سے بہتر انتظام نہیں کر سکتا انھوں نے کہا کہ حج کے دوران جو حادثہ پیش آیا اس کی ذمہ داری ان مسلم ممالک کی حکومتوں اور غیر مسلم ممالک کی حج کمیٹیوں پر بھی ہے جو اپنے شہریوں کو حج کے طور طریقوں سے آگاہ کیے بغیر حج کے لیے سعودی عرب روانہ کر دیتے ہیں ان کو چاہیے کہ وہ اپنے ملک میں حاجیوں کو حج کے بارے میں عملی طور پر معلومات فراہم کریں کیونکہ اتنے بڑے مجمع میں ذرا سی کوتاہی پر بڑا حادثہ پیش آسکتا ہے۔ سعودی حکومت حتی الوسع معلموں کے ذریعہ معلومات فراہم کرتی ہے۔

● ماسکو سے شائع ہونے والے اخبار زختراء نے روسی حکومت کو اسلامی نظام سے استفادہ کرنے اور روس میں رائج کرنے کا مشورہ دیا ہے۔ اخبار نے اسلامی ملکوں کے حالات کا تقابل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ مغربی نظام حکومت اب مردہ ہو چکا ہے، کیونکہ امن عامہ، احترام آدمیت اور تحفظ حقوق انسانی کے لیے مغربی نظام حکومت نے دنیا میں کوئی مثال قائم نہیں کی ہے مذکورہ مضمون میں ڈاکٹر نیلسن منڈیلا کے بیان کا بھی حوالہ دیا ہے جس میں انھوں نے اعتراف کیا ہے کہ ایران ودیگر اسلامی ملکوں کا اسلامی نظام افریقہ کے عوام کے لیے ایک نمونہ ہے

لکھنؤ

تعمیرِ حیات

پندرہ روزہ

حُرمتِ حرم

اس شہر (مکہ) کے سب سے پہلے آباد کار نے یہ ظاہر کر دیا کہ اس کی بنا صرف توحید پرستی کے لیے ہے، یہ باطل پرستیوں کا کبھی گہوارہ نہ بنے، اس مقدس گھر کے سائے میں جو لوگ بھی کبھی آباد ہوں، ان کی سکونت کی غرض صرف یہی ہونی چاہیے کہ وہ اقامتِ صلوٰۃ یعنی عبادتِ الٰہی کے لیے اپنی حیات کو قربان کردیں، وہ ناپاک سازشوں اور چال بازیوں، دنیاوی سیاستوں، اور ملعون ہوسناکیوں، تخت و تاج اور باج و خراج، فوج و عسکر اور تیغ و خنجر کی جگہ نہیں؛ وہ صرف ایک ہی بادشاہی کا دار السلطنت اور ایک ہی سپہ سالار کا لشکر گاہ ہے، وہاں کا تاجدار صرف خدائے قدوس ہے اور وہاں کا سریر آرا صرف رب دوعالم ہے، وہ انسانی بادشاہیوں اور خونریزیوں کی سرزمین نہیں، وہ قدوسیوں کا مسکن، حق جویوں کا مامن اور سچے فرزندانِ ابراہیم کا موطن ہے۔

اور یہ بھی ذہن نشین رہے کہ ابراہیمؑ کے اصلی جانشین وہ نہیں ہیں، جو صرف صلبی اور نسبی حیثیت سے ابراہیمؑ کی جسمانی اولاد ہیں، بلکہ وہ ہیں، جو ابراہیمؑ کی پیروی اور اطاعت کرکے ان کی معنوی اور روحانی اولاد بننے کا درجہ حاصل کرچکے ہیں، حضرت ابراہیمؑ نے صاف کہہ دیا: "فمن تبعنی فانہ منی" ——— جو میری پیروی کرے وہی مجھ سے ہے۔ (ابراہیم)

مولانا سید سلیمان ندوی رحمۃ اللہ علیہ (مقالاتِ سلیمانی)

فی شمارہ ۵/ روپے

سالانہ سو روپے

۲۵/ جون ۱۹۹۴ء

TAMEER-E-HAYAT

FORTNIGHTLY

NADWATUL-ULAMA, LUCKNOW-226 007 (India)

لکھنؤ کے قدیم مشہور و معروف، صندل سے تیار کردہ خوشبودار عطریات عمدہ و اعلیٰ قسم کے روغنیات و عرق کیوڑہ، عرق گلاب و دیگر عطریات کی ایک قابل اعتماد دوکان۔ ایک مرتبہ تشریف لاکر خدمت کا موقع دیں۔

خط و کتابت کا پتہ

IZHAR AHMAD & SONS

TRADE MARK

اظہار احمد اینڈ سنس پرفیومرس چوک لکھنؤ

نورانی تیل

درد، زخم، چوٹ کی بہترین دوا

لیبل پر ڈرگ لائسنس نمبر U18/77 اور کیپ سول پر LT مارکہ ضرور دیکھیں، انڈین کمپنی کی کہیں کوئی برانچ نہیں ہے دھوکہ نہ کھائیں۔ مئو کا بنا اصلی نورانی تیل مئو کا پتہ دیکھ کر خریدیں۔

INDIAN CHEMICAL MAU. N.B. 275101

بمبئی کے قارئین تعمیرِ حیات سے

بمبئی کے قارئین تعمیرِ حیات حضرات سے گذارش ہے کہ تعمیرِ حیات کے سلسلہ میں رقم جمع کرنے یا خریدار بننے کے سلسلہ میں ذیل کے پتہ پر رابطہ قائم کریں وہاں ان کو رقم جمع کرنے کی رسید مل جائے گی۔

ALAUDDIN TEA
Tea Merchants

44, HAJI BUILDING,
S.V. PATEL ROAD, NULL BAZAR,
BOMBAY 400003
TELE.: ADD. CUPKETLE TEL.
3762220/ 3728708
TEL. (R) 3095852

پندرہ روزہ تعمیرِ حیات ایک تحریک ہے، اس کی توسیعِ اشاعت میں حصہ لیں۔